ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

24

www.tanzeem.org

11 تا 17 رجب المرجب 1432ھ/14 تا 20 جون 2011ء

خصوصی منصب، خصوصی تقاضے

اقامتِ دین کا کام درحقیقت ایک انقلابی جدوجہد (Revolutionary Struggle) کا متقاضی ہے۔ ایک قائم شدہ نظام کو بیخ وبُن سے اکھاڑ کر اس کی جگہ ایک صالح نظام کو قائم کرنے کے تقاضے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ یہ انقلاب صرف دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت سے نہیں آتا۔ اگرچہ اس میں بھی آغاز دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت ہی سے ہوگا اور اس میں تذکیر بھی ہوگی، تبشیر بھی اور انذار بھی ہوگا، لیکن اس کا ہدف یہ ہوگا کہ ان تمام کاموں کے نتیجہ میں ایک انقلابی جمعیت فراہم کی جائے، اسے منظم کیا جائے، اس کی تربیت کی جائے اور اس میں وہ تمام ضروری اوصاف پیدا کئے جائیں جو کسی انقلابی جماعت کے لیے لازم اور ناگزیر ہیں —— اور جب اس جمعیت میں مطلوبہ نظم اور ڈسپلن پیدا ہو جائے تو پھر اسے نظامِ باطل سے ٹکرا دیا جائے۔ بقول علامہ اقبال ؎

بانشۂ درویشی در ساز و دمادم زن!
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن!

منہج انقلاب نبویؐ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

گوئبلز کے پیروکاروں کے نام!

عظمتِ قرآن
حدیثِ نبوی کی روشنی میں

سانحہ خروٹ آباد، لاقانونیت کی انتہا

نبی اور رسول کے مابین فرق

نماز پنجگانہ کی فرضیت واہمیت

جنگل کی زندگی سے پرے

'نبی اکرمؐ بحیثیت معلم اور ہمارا نظام تعلیم' کے موضوع پر صدر انجمن خدام القرآن کا خطاب

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سورۃ یونس

(آیات:8،7)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوۡا بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ اطۡمَاَنُّوۡا بِہَا وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ ۙ﴿۷﴾ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸﴾

’’جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ اُن کا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔‘‘

اس سورت میں یہ الفاظ بار بار آئیں گے ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا﴾ (بے شک وہ لوگ جنہیں ہم سے ملاقات کی امید نہیں)۔ ان الفاظ میں ایک خاص نفسیاتی کیفیت کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ انسان اگر ذرا غور کرے کہ یہ انسانی زندگی جو ہم دنیا میں گزارتے ہیں وہ کیا ہے، تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ ؎

عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

اِس عمر ’’دراز‘‘ کا شروع کا کچھ حصہ ناسمجھی میں گزر جاتا ہے۔ بچپن کھیل کود میں نکل جاتا ہے۔ پھر جوانی آتی ہے، طاقت آتی ہے، شعور آتا ہے۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد بڑھاپا آ لیتا ہے۔ یہ زندگی کی آخری سٹیج ہے جس میں انسان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد کچھ بھی نہیں جانتا۔ تو کیا زندگی بس انہی ماہ و سال کا نام ہے؟ اور کیا اسی لیے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جائے؟ ہرگز نہیں، زندگی صرف دنیا کی زندگی نہیں ہے ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

یہ زندگی تو بڑی طویل ہے۔ دنیا کی زندگی بہت مختصر سا وقفہ ہے۔ ہمیں اس کے مقصد پر غور کرنا چاہیے، اور یہ مقصد عبادت ہے۔ یہ زندگی ہمیں امتحان اور آزمائش کے لیے دی گئی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ﴿خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (الملک:2) ’’اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔‘‘ اصل زندگی تو موت کے بعد کی زندگی ہے۔ سورۃ العنکبوت میں فرمایا: ﴿وَ اِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ لَہِیَ الۡحَیَوَانُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (64)﴾ ’’اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ سمجھتے۔‘‘ لوگوں کے ذہن اور سوچ اس قدر محدود اور ظرف اتنا تنگ ہوتا ہے کہ وہ اسی زندگی پر مطمئن اور ریجھے ہوتے ہیں اور اس زندگی کے لہو و لعب میں گم رہتے ہیں ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

تو وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے، اُن کے متعلق فرمایا کہ وہ اللہ کی آیات سے غافل ہیں۔ وہ غور سے دیکھتے نہیں۔ اللہ کا اُن سے تو یہ تقاضا ہوتا ہے کہ ع کھول آنکھ، زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ، لیکن انہیں ان مظاہر قدرت کو آنکھ کھول کر دیکھنے کی فرصت کہاں۔ وہ اپنے ہی چکروں میں اور فکر معاش میں مصروف ہوتے ہیں۔ انہیں آفاقی یا انفسی آیات کی طرف توجہ کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ آگ ہے۔ اپنی کمائی یعنی اعمال کی بدولت اس میں گر رہے ہیں۔ ظاہر ہے، جب نہ اللہ کی طرف دھیان ہو، نہ آخرت کی فکر ہو تو پھر یہی سوچ ہو گی کہ ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ حلال حرام، جائز ناجائز کی پروا کیے بغیر آدمی اپنی جھوٹی مسرت یا کسی عارضی خوشی حاصل کرنے کے لیے ہر راستہ اختیار کرے گا، اور پھر دل بہلانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال ہوں گے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سود لینے اور دینے والے پر لعنت

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ ؓ قَالَ: ((لَعَنَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اٰکِلَ الرِّبَا وَ مُؤۡکِلَہٗ وَ شَاہِدَہٗ وَ کَاتِبَہٗ)) (سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے پر (سود لینے والے پر) اور سود کھلانے والے پر (سود دینے والے پر) اور اس کے گواہ پر اور اس کی دستاویز لکھنے والے پر۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

گوئبلز کے پیروکاروں کے نام!

آج کل الیکٹرانک میڈیا پر سیکولر عناصر نے اِس حوالہ سے اُدھم مچایا ہوا ہے کہ آج جو دہشت گردی ہماری جان کا عذاب بنی ہوئی ہے یہ اُن ہی لوگوں کا کیا دھرا ہے جو جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہماری خفیہ ایجنسیوں نے پال پوس کر جوان کیے تھے۔ سوویت یونین کے کے خلاف جہاد کے لیے انہیں عسکری تربیت اور اسلحہ دیا تھا۔ آج یہ لوگ ہماری ہی گردنیں کاٹ رہے ہیں اور آج یہ جہاد ہمارے ہی خلاف ہو رہا ہے۔ یہ پروپیگنڈا اتنے زور وشور سے اور اتنے منظّم انداز میں ہو رہا ہے کہ ہمارے بعض مثبت اور اسلامی سوچ رکھنے والے لوگ بھی متاثر ہو گئے ہیں اور اِسے ایک غلطی تسلیم کرتے ہوئے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر انتہائی غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حالات وواقعات کا تجزیہ کیا جائے تو بالکل مختلف صورتِ حال سامنے آتی ہے۔

جب افغانستان کے صدر داؤد نے یہ دعویٰ کہ اٹک تک کا علاقہ افغانستان کا حصہ ہے اور پاکستان نے اِس پر غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ یہ بھٹو کا دور تھا۔ بھٹو نے ہی افغانستان میں داؤد کے مخالفین اسلامی ذہن رکھنے والے لوگوں سے رابطہ کیا تھا اور ہماری خفیہ ایجنسیوں نے اِن ہی دنوں میں اسلامی سوچ کے حامل لوگوں سے تعلقات بڑھائے تھے اور اِن کی پاکستان آمد ورفت شروع ہوئی تھی۔ لہٰذا تاریخ کے حوالہ سے پہلا جھوٹ تو یہ ہے کہ یہ سلسلہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں جب سوویت یونین نے افغانستان میں اپنی فوجیں داخل کر دیں تو امریکہ کا فوری ردِّعمل تو یہ تھا کہ افغانستان کو بھول جاؤ، وہ بے چارہ سپر پاور کے سامنے کہاں ٹھہر سکے گا، اُس سے آگے کا سوچو کہ سوویت یونین کے آگے کہاں بند باندھا جائے۔ افغانیوں نے جب انیسویں صدی کے اسلحہ کے ساتھ سوویت یونین کے خلاف مزاحمت کا آغاز کیا تب بھی شروع شروع میں امریکہ نے اس مزاحمت کو کوئی لفٹ نہ کروائی، لیکن جب روزانہ کی بنیاد پر یہ سلسلہ شروع ہوا کہ افغانی مجاہدین سفید ریچھ کو کہیں نہ کہیں سے کاٹ کر پہاڑوں میں جا چھپتے تھے اور ریچھ سر پیٹ کر رہ جاتا تھا، اُس کی عسکری اور اقتصادی پریشانیوں میں اضافہ ہونے لگا تو امریکہ کو سرنگ کے آخری سرے پر روشنی نظر آئی اور وہ میدان میں کودا۔ اُس نے مجاہدین کو اکٹھا بھی کیا، اسلحہ بھی دیا، نقد مدد بھی کی اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہا جب تک سوویت یونین دُم دبا کر افغانستان سے بھاگ نہ گیا۔ اِس دوران اسلامی دنیا سے کثیر تعداد میں مجاہدین پاکستان آ چکے تھے۔ امریکہ اپنا مفاد حاصل کر کے یعنی سوویت یونین کی عسکری قوت اور معیشت پر ایک کاری اور تباہ کن ضرب لگا کر علاقہ سے رفوچکر ہو گیا۔ لیکن یہ مجاہدین تو کشتیاں جلا کر آئے تھے۔ اِن کی اکثریت یہیں آباد ہو گئی۔ اُنھوں نے یہاں شادیاں کر لیں ایک نسل یہاں پیدا ہوئی اور جوان ہوئی۔ یہ لوگ یہاں کے ہو کر رہ گئے۔

وہ سیکولر عناصر جو موجودہ دہشت گردی کے حوالہ سے ان مجاہدین کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں اور اپنی خفیہ ایجنسیوں سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تمہارا کاشت کیا ہوا اور بویا ہوا ہے آج ہم کاٹ رہے ہیں، اُن سے ایک سادہ سا سوال ہے کہ سوویت یونین کے خلاف جنگ 1985ء کے آس پاس ختم ہو گئی تھی اور دہشت گردی کا سلسلہ ہمارے ہاں نائن الیون کے بعد اور نائن الیون کے بھی فوری بعد نہیں بلکہ 2004 میں شروع ہوا، جبکہ ہم نے اپنے آقا امریکہ کی حکم پر قبائلی علاقوں میں فوجیں بھیجی تھیں، بمباری کی، توپوں کے گولوں سے علاقوں کے علاقے تباہ وبرباد کر دیئے اور قبائلیوں پر وہ ظلم وستم توڑے کہ کسی نے بالکل صحیح کہا کہ جو ظلم وستم بھارت کشمیر میں کر رہا ہے وہ اس ظلم کا عشرِ عشیر بھی نہیں جو ہم خود اپنوں پر کر رہے ہیں۔ تب آپ کی اور امریکہ کی ریاستی دہشت گردی کے خلاف قبائلی اکٹھے ہوئے۔ انتقام اُن کی دیرینہ روایت ہے۔ ظاہر ہے، ہم نے امریکہ کے حکم پر جو قبائلیوں کی خانہ بربادی کی اُس میں یہ فرق نہیں رکھا جا سکتا تھا کہ فلاں سوویت یونین کے خلاف جنگ میں مجاہد تھا اور فلاں نہیں تھا۔ جس گھر کے 16 افراد میں 14 یا 10 میں سے 8 وحشیانہ بمباری کے نتیجہ میں ہلاک ہو جائیں بقایا

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

11 تا 17 رجب المرجب 1432ھ — جلد 20
14 تا 20 جون 2011ء — شمارہ 24

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000

فون:36316638-36366638 فیکس:36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون:35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دو خودکش بمبار نہیں بنیں گے تو کیا بنیں گے۔ پھر آپ کے اتحادی اور دوست سی آئی اے اور موساد ان ناراض اور انتقام پر تلے ہوئے لوگوں پر فنڈنگ کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان دشمن ایجنسیوں کو تو ہدف ہی پاکستان کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کا دیا گیا ہے۔ معصوم قبائیلیوں کو اِس طرح مارنا کہ وہ ورثاء کی لاشیں بھی اکٹھی نہ کر سکیں اور توقع یہ رکھنا کہ وہ کسی ردعمل کا اظہار نہیں کریں گے احمقانہ سوچ ہے۔

مزید غور کریں کہ 30 سال قبل 1980ء میں ہماری خفیہ ایجنسیوں نے جو مجاہد تیار کیے تھے، وہ 2004ء تک مکمل طور پر شریف شہری کیوں بنے رہے پھر یہ کہ آج 2011ء میں وہ عمر کے کس حصہ میں ہوں گے اور جنگ وجدل اب کس حد تک ان کے لیے ممکن ہوگا۔ ہمیں اس پروپیگنڈا کا عقلی اور تجزیاتی سطح پر ابطال کرنا ہوگا۔ امریکہ دہشت گردی کی آگ پاکستان میں بھڑکا کر اور اِسے عدم استحکام کا شکار کر کے اپنے ایک خاص مقصد کی تکمیل چاہتا ہے۔ ہر خاص و عام یہ بات جانتا ہے لیکن ڈالروں کی چمک نے آنکھیں چندھیا دی ہیں۔ مشرف دور میں خیبر P-K کے دو گورنروں نے قبائیلیوں سے امن معاہدے کیے لیکن امریکہ نے مشرف پر دباؤ ڈال کر نہ صرف اُن معاہدوں سے انحراف کروایا بلکہ نیک محمد جیسے نیک انسان اور پاکستان دوست شخص کو صرف اس لیے مار دیا کہ وہ امریکی سیاست کو سمجھ کر پاکستان سے اچھے تعلقات کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ بعد ازاں یہ دونوں گورنر برطرف کر دیے گئے اور ISI کو قبائلی علاقے سے روک دیا گیا اور CIA کو وہاں کھلی چھٹی دے دی گئی۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج دہشت گردی پاکستان کی گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ جھلسے ہوئے اور اپنوں کے ہاتھوں بدترین مظالم کا شکار ہونے والے قبائیلیوں سے جنہیں یہ بھی معلوم ہو کہ اُن سے یہ سلوک امریکہ کے ایما پر کیا جا رہا ہے، گلدستے وصول کرنے کی توقع ہمارے عقل مند ٹیلی ویژن اینکر ہی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم سے نمٹنے والے قبائیلیوں میں اب انتہائی قلیل تعداد اُن مجاہدوں کی بھی ہو سکتی جو سوویت یونین کے دور میں تیار ہوئے تھے، لیکن اصلاً وہ ہیں جنہیں مار مار کر ہم نے اپنے خلاف ہتھیار اُٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔

یہ اعتراض بھی زوردار انداز میں کیا جاتا ہے کہ جب سوویت یونین نے افغانستان پر قبضہ کیا تھا تو اسلامی قوتوں نے امریکہ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے۔ آج اُسی امریکہ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اللہ جانے یہ سیکولر عناصر اتنے ہی بھولے ہیں یا دوسروں کو انتہائی بے وقوف سمجھتے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہم افغانستان کی آزادی کی بات کرتے ہیں۔ جب سوویت یونین نے جارحیت کا ارتکاب کر کے افغانستان پر قبضہ کیا تو اُس کی مخالفت کی گئی اور افغانستان کی آزادی کے لیے امریکہ کی مدد لی گئی اور جب یہی رول امریکہ نے ادا کیا یعنی افغانستان پر ناجائز اور غاصبانہ قبضہ کیا تو امریکہ کی مخالفت کرنا ہی اصولی بات تھی اور جب تک افغانستان سے اُس کا آخری فوجی نکل نہیں جائے گا یہ مخالفت جاری رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ 1979ء میں پاکستان کی حکومت نے ایک جارح اور قابض ملک کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا تھا اور مظلوم افغانوں کی مدد کی تھی۔ لیکن 2001ء اور بعد والی حکومتوں نے ظالم جابر، ناجائز قابض اور غاصب امریکہ کی مدد کر رہی ہیں۔ بے اصولی اور بددیانتی اور بدعہدی کا مظاہرہ تو موجودہ اور مشرف حکومت نے کیا اور ظلم کے ساتھ دیا۔ صرف اس لیے کہ امریکہ طاقتور ہے اور ہمیں ڈالر دیتا ہے۔ آخر میں ہم حکومت، عسکری قیادت اور تمام سیکولر عناصر جو گوئبلز کے پیروکار بنے ہوئے ہیں اُن کے سامنے ایک حدیث مبارک رکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی لڑائی میں ظلم کی مدد کرتا ہے وہ مسلسل اللہ کی ناراضی (یعنی غضب) میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ مدد سے باز آجائے۔'' (ابن ماجہ) لہٰذا اِس حدیث کی رو سے ہماری سیاسی و عسکری قیادت اور دیگر تمام ادارے اور افراد اور خصوصاً میڈیا اللہ کے غضب میں ہیں جب تک وہ امریکہ کی مدد چھوڑ نہ دیں۔

پریس ریلیز

ایران کے صدر احمدی نژاد کا یہ جراٴت مندانہ بیان کہ امریکہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنا چاہتا ہے' ہمارے خدشات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے

حافظ عاکف سعید

لاہور (پ ر) امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ایران کے صدر احمدی نژاد کا جراٴت مندانہ بیان کہ امریکہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کو تباہ کرنا چاہتا ہے' ہمارے خدشات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایران کے صدر نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں کہ امریکہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت بھی امریکہ کے ان مذموم ارادوں سے باخبر ہے لیکن اس نے شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ دیا ہوا ہے اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے طوفان کی زد میں آنے سے بچ جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ کا یہ کہنا کہ دہشت گردوں کو پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات تک رسائی حاصل ہو جائے گی درحقیقت ''چور مچائے شور'' والا معاملہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان مسائل اور مصائب کے دلدل سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا جب تک امریکہ کو اپنا بدترین دشمن گردانتے ہوئے اس سے مکمل طور پر الگ ہونے کا فیصلہ نہ کر لے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر میں کوتاہی نہ کرے اس صورت میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں گے اور اسی صورت میں ہمیں اللہ کی مدد حاصل ہوگی جو ہمیں ناقابل تسخیر بنا دے گی۔ ان شاء اللہ۔

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا تعارف اور

عظمتِ قرآن

حدیث نبویؐ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 27 مئی 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے اپنے 27 مئی کے خطاب جمعہ میں دو موضوعات پر گفتگو فرمائی۔ خطاب کے پہلے حصے میں قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کے اختتام پر موقع کی مناسبت سے رجوع الی القرآن کورس کا تعارف کرایا اور ایک مفصل حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں عظمت قرآن پر بیان کیا — اور دوسرے حصے میں اپنے گزشتہ خطاب جمعہ میں کفار سے دوستی سے ممانعت کے حوالے سے سورۃ النساء کے بیسویں رکوع کی باقی رہ جانے والی آیات کی روشنی میں ملک کی موجودہ صورتحال پر اظہارِ خیال فرمایا۔ امیر محترم کے خطاب کے دوسرے حصے کی تلخیص گزشتہ شمارے میں شائع ہوگئی تھی۔ ذیل میں پہلے حصے کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

حضرات! قرآن اکیڈمی (لاہور) میں ہونے والے رجوع الی القرآن کورس کی آج ہی تکمیل ہوئی ہے۔ کورس کی تکمیل پر تقسیم اسناد کی ایک مختصر سی تقریب ابھی ہمارے ہاں منعقد ہوئی ہے۔ موقع کی مناسبت سے آج مجھے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا مختصر تعارف کرانا اور اُس کی ضرورت واہمیت بیان کرنا ہے۔

یہ رجوع الی القرآن کورس ہر سال ہوتا ہے۔ اس کا دورانیہ کم وبیش نو ماہ رہتا ہے۔ یہ سالانہ بنیادوں پر ہوتا ہے۔ کورس میں نوجوان طالب علم بھی شامل ہوتے ہیں اور ستر بہتر سال کے بزرگ بھی۔ یعنی ہر عمر کے لوگ اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس کورس سے استفادہ کرتے ہیں۔ کورس کے عمر رسیدہ شرکاء کی ہمت کی تو داد دینی چاہیے کہ وہ اس عمر میں بھی کورس میں پوری پابندی سے اور پوری دلچسپی سے آخر تک شریک رہے۔ کورس کا ایک بہت خوبصورت پہلو یہ ہے کہ عمر رسیدہ لوگوں کو اس میں شرکت کر کے محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک مرتبہ پھر طالب علمی کے دور میں آ گئے ہیں۔ اگرچہ ان لوگوں نے ایک طرف دنیاوی علوم مکمل کیے۔ کسی نے گریجویشن کی، کسی نے پوسٹ گریجویشن کی، کوئی میڈیکل سائنس میں چلا گیا، کوئی انجینئرنگ میں چلا گیا، کوئی پی ایچ ڈی تک کر بیٹھا، مگر علمِ دین کے اعتبار سے صفر رہا۔ عربی زبان، ترجمہ قرآن، تجوید وغیرہ کے حوالے سے کچھ نہ جان سکا۔ تو اب اس کورس میں شریک ہو کر انہوں نے دین کا علم الف ب سے شروع کیا۔ یہ گویا دوبارہ طالب علم بننے والی بات ہے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بڑی عمر کے لوگوں کو اگر عمر کے کسی بھی حصے میں احساس ہو جائے کہ دین کا علم حاصل نہ کر سکے تو انہیں شرمانا نہیں چاہیے کہ اب طالب علم بن کے بیٹھیں گے اور دین سیکھیں گے، عربی کے اعتبار الف ب ت سے شروع کریں گے۔ جب بھی احساس ہو جائے کہ میں نے دنیاوی تعلیم میں بیس سال لگا دیئے، اپنے کیریئر بنانے اور پیشہ وارانہ تعلیم کے حصول کے لیے مختلف زبانیں بھی سیکھیں، لیکن یہ میری بڑی محرومی ہے کہ قرآن نہیں پڑھا، میں اس کے لیے وقت نہیں نکال سکا، تو اُسی وقت دین سیکھنا شروع کر دے۔ یہ کورس جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، قرآن حکیم کی طرف پڑھے لکھے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ قرآن مجید محض کتاب مقدس نہیں، عظیم ہدایت نامہ ہے۔ اس کی عظمت کا ذکر قرآن حکیم میں جا بجا کیا گیا ہے۔ سورۃ الحشر میں فرمایا:

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (21)﴾

”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں، تاکہ وہ غور وفکر کریں۔“

قرآن کی عظمت کو جاننا چاہتے ہو تو ذرا ایک تمثیل سے مدد حاصل کرو، اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کی عظمت سے دب جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں۔ انسان کی عقل کے پیمانے محدود ہیں۔ انسانی عقل ماورائی حقیقتوں اور عالم امر کے معاملات کا پورا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ نے عظمتِ قرآن کے اظہار کے لیے یہ تمثیل بیان کی ہے، تاکہ انسان کو کسی قدر اندازہ ہو جائے کہ یہ کتاب کتنی عظیم ہے، ورنہ قرآن کی عظمت کو کما حقہ تو کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

فاش گویم آنچہ دل مضمر است
ایں کتاب نیست چیزے دیگر است

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو انتہائی نمایاں بھی ہے اور انتہائی مخفی بھی ہے۔ اس کا پیغام ہدایت جس کی سب کو ضرورت ہے، اتنا واضح اور اس قدر آسان ہے کہ انسان تھوڑی سی بھی محنت کر کے عربی زبان سیکھ لے تو اُسے قرآن کی عبارت سمجھ میں آنے لگتی ہے۔ حصول ہدایت کے لیے ایک بدو بھی قرآن پڑھتا تھا تو ہدایت پا لیتا تھا۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نصیحت آمیزی

کے لیے آسان بنا دیا ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ (القمر)

"اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے، تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟"

لیکن دوسری جانب انہی آیات قرآنی کے بین السطور حکمت اور معرفت کے عظیم موتی اور جواہرات پوشیدہ ہیں، جن کے لیے بڑی گہری غوطہ زنی اور تدبر کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فہم قرآن کے لیے ساری ساری عمر لگا کر بھی مفسرین حضرات (جنہوں نے پانچ پانچ سو جلدوں میں قرآن کی تفسیر کی ہے) بہت سے مقامات پر یہ کہتے ہیں کہ واللہ اعلم۔ یعنی مجھے اتنا سمجھ میں آیا، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔ جس طرح کسی کان میں سے ہیرے نکالنے ہوں تو اس کی کھدائی کرنی پڑتی ہے یا سمندر میں سے موتی برآمد کرنے کے لیے غوطہ خوری کرنی پڑتی ہے، اسی طرح حکمت و معارف قرآنی کے موتی حاصل کرنے کے لیے قرآن میں غوطہ زن ہونا ضروری ہے۔ یہ وہ سمندر ہے جس کی کوئی تہہ ہی نہیں۔ یہ حکمت و معرفت کی وہ کان ہے کہ جس سے لوگ ساری عمر موتی اور جواہرات نکالتے رہیں، پھر بھی یہ کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

عظمت قرآن کا مضمون احادیث میں بھی آیا۔ اس سلسلہ میں ایک حد درجہ جامع روایت وہ ہے جس کے راوی حضرت علی ؓ ہیں۔ یہ حدیث کلام نبوت کی فصاحت و بلاغت اور عذوبت کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ان تینوں اعتبارات سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مجموعے میں اس حدیث کا بہت اونچا مقام ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا": ((اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ)) "عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہوگا"۔ آنحضور ﷺ نے جس فتنے کی پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حضرت عثمان ؓ کے آخری عہد میں رونما ہوا۔ یہ فتنہ ایک بدبخت یہودی عبداللہ بن سبا کا اٹھایا ہوا تھا، جس میں حضرت عثمان ؓ شہید ہوئے۔ اس کے بعد مسلسل چار سال تک جنگ ہوتی رہی اور حضرت علی ؓ کا پورا دور خلافت خانہ جنگی اور فتنے کی نذر ہو گیا۔ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں، نیزوں اور تیروں سے قتل ہوئے۔ اس کے علاوہ اسلام جو پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا تھا، اس کی نشأۃ اولیٰ کا سیلاب جو کسی کے روکے نہ رکتا تھا اس اندر کے فتنے اور خانہ جنگی نے اُسے روک دیا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: قُلْتُ: مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ؟ "میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس سے نکلنے کا راستہ کون سا ہوگا؟" اس میں جو بات میرے اور آپ کے لیے قابل غور ہے وہ ہمارے اور صحابہ کرام ؓ کے طرز عمل کا بنیادی فرق ہے۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو پوچھتے حضور ﷺ! یہ فتنہ کیا ہوگا؟ کیسے ہوگا؟ کب آئے گا؟ کدھر سے آئے گا؟ کیوں آئے گا؟ حالانکہ ان سب سوالات کا عملی فائدہ کیا ہے؟ یہ تو سب معلومات ہیں۔ لسان نبوتؐ سے فتنے کی خبر سنتے ہی حضرت علی ؓ نے بڑا عملی سوال پوچھا کہ اس سے بچ نکلنے کا راستہ کیا ہوگا؟ قَالَ: ((كِتَابُ اللّٰهِ)) آپؐ نے فرمایا: "اللہ کی کتاب!" فتنوں سے نکلنے والی شے اللہ کی کتاب ہوگی! اس کو تھامے رکھنا، اس سے چمٹے رہنا، اسی میں تمہیں ساری راہنمائی ملے گی۔ اس راہنمائی کے حوالے سے آگے الفاظ آ رہے ہیں۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے اس کتاب کے اوصاف اور اس کی عظمت کے مختلف پہلو گنوانے شروع کیے۔ فرمایا: ((فِيْهِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ)) "اس قرآن میں خبریں ہیں ان کی جو تم سے پہلے گزر گئے (یعنی قوم نوحؑ، قوم عادؑ، قوم ثمودؑ، قوم شعیبؑ، آل فرعون) اور اس میں خبر ہے تم سے بعد والوں کی بھی اور تمہارے مابین جو اختلافات ہو جائیں ان کا فیصلہ بھی اس کے اندر ہے"۔

آگے فرمایا: ((هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ)) "یہ قرآن ایک فیصلہ کن کتاب ہے، یاوہ گوئی نہیں ہے"۔ یہ شاعروں کی شاعری نہیں ہے۔ یہ تو قوموں کے عروج و زوال کے فیصلے کرنے والی کتاب ہے۔ حضرت عمر ؓ والی روایت کے مطابق اب قوموں کی تقدیر کے فیصلے اس قرآن سے ہوں گے۔ اگر کوئی قوم ابھرے گی تو قرآن کو لے کر ابھرے گی اور گرے گی تو قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے گرے گی۔ حضرت عمر فاروق ؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ)) (مسلم شریف) "اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بام عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل و خوار کر دے گا"۔ اس حدیث کی ترجمانی علامہ اقبال اپنے شعر میں یوں کرتے ہیں ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

حدیث کے اگلے الفاظ ہیں: ((مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ)) "جو شخص اپنے تکبر کی وجہ سے اس قرآن کو ترک کر دے گا، اللہ اسے پیس کر رکھ دے گا"۔ اگرچہ قرآن کو ترک ہم نے بھی کیا ہے لیکن تکبر کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے کیا ہے۔ یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ جو کوئی جابر و سرکش اپنی سرکشی کے قہر اور جوش میں آ کر اور طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر قرآن کو ترک کرے گا اللہ اسے پیس کر رکھ دے گا۔

((وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ)) "اور جو کوئی قرآن کے سوا کسی اور شے میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے لازماً گمراہ کر دے گا"۔ فلسفہ سے آپ ہدایت لینا چاہتے ہیں تو لازماً ناکام ہوں گے۔ آج ہم یہی چاہتے ہیں کہ قرآن سے رہنمائی اور روشنی حاصل کرنے کی بجائے امریکہ اور برطانیہ کے تھنک ٹینکس سے راہنمائی حاصل کریں۔ یورپی فلسفیوں نے جو بات کہی اصل حکمت اور دانائی تو وہ ہے، لہٰذا ہم روشنی وہاں سے حاصل کریں۔ فرمایا جو کوئی اس قرآن کے ہوتے ہوئے کہیں اور سے ہدایت حاصل کرنا چاہے گا اِسے ہدایت نہیں ملے گی بلکہ یقینی طور پر گمراہی اس کے حصے میں آئے گی۔ اللہ کی غیرت یہ کیسے گوارا کر سکتی ہے کہ انسان اُس کے عطا کردہ اتنے کامل اتنے عظیم ہدایت نامہ کو نظرانداز کر کے کہیں اور سے ہدایت حاصل کرنا چاہے۔

((وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ)) یہی قرآن ہے جو اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ اِن الفاظ سے آپ کا ذہن قرآن مجید کی اُس آیت کی طرف منتقل ہوا ہوگا جس کا بکثرت حوالہ دیا جاتا ہے۔ یعنی ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ "سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط سے تھام لو"۔ اِس آیت میں اللہ کی جس رسی کو تھامنے کا حکم ہے، وہ رسی کون سی ہے، اسی کی وضاحت اللہ کے رسول ﷺ یہاں فرما رہے ہیں۔ یہ رسی قرآن حکیم ہے۔ یہ قرآن اس راستے کی راہنمائی کرتا ہے جو سیدھا اللہ کی طرف لے جانے والا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: 9) "یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے"۔

آگے فرمایا: ((وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ)) "اور یہی پُرحکمت ذکر ہے"۔ قرآن اپنے آپ کو "الذکر" کہتا ہے، لیکن ہم نے قرآن اور مسنون اذکار کو چھوڑ کر ذکر کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔ سب سے مضبوط اور مستحکم ذکر یہ قرآن ہے لیکن اس پر ہماری توجہ ہی نہیں۔

اگلے الفاظ ہیں: ((وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ)) "اور یہی صراط مستقیم ہے"۔ نماز کی ہر رکعت میں ہم ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صراحت آ گئی کہ صراط مستقیم بھی قرآن ہے۔

((هُوَ الَّذِیْ لَا تَزِیْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ)) ''یہ وہ شے ہے جس کے ہوتے ہوئے خواہشات نفس (تمہیں) گمراہ نہیں کر سکیں گی''۔اس قرآن سے رابطہ ہوگا تو خواہشات نفسانی ٹیڑھے رُخ پر نہیں لے جا سکیں گی۔

((وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ)) ''اور زبانیں اس میں گڑبڑ نہیں کر سکیں گی''۔اس کے ساتھ سابقہ آسمانی کتابوں والا معاملہ کرنا ممکن نہیں ہوگا کہ ذرا سا زبان کو مروڑ کر پڑھا تو کچھ کا کچھ بن گیا اور اس طرح اُن کتابوں میں تحریف ہوگئی۔قرآن حکیم میں اس طرح کی تحریف کے سارے راستے بند کر دیے گئے ہیں۔قرآن میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو توڑ مروڑ کر کہیں کا کہیں پہنچایا جا سکے۔قرآن اپنی حفاظت خود کرتا ہے۔قرآن میں ہے:﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ ''اس پر باطل حملہ آور ہو ہی نہیں سکتا' نہ سامنے سے نہ پیچھے سے۔''

((وَلَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ)) ''اور علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہو سکیں گے اور تکرار تلاوت سے اس پر باسی پن طاری نہیں ہوگا۔'' سیر ہونا کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے کھانا اتنا کھالیا کہ پیٹ بھر گیا اور آپ سیر ہو گئے۔اب آپ کے سامنے کوئی بہترین ڈش بھی لے آئے اور تھوڑا سا کھانے کی فرمائش کرے تو آپ کی طبیعت آمادہ نہیں ہوگی' اس لیے کہ آپ سیر ہو چکے ہیں۔لیکن قرآن کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوں گے۔اس پر غور کرتے رہیں' تدبر کرتے رہیں' پڑھتے رہیں' لیکن قرآن سے سیر نہیں ہوں گے۔یہ اس کا اعجاز ہے۔وہ ساری عمر لگائیں گے پھر بھی جب پڑھیں گے، اس میں نئے نکتے ان کو ملیں گے، نئی روشنی ملے گی، ہدایت کے اور پہلو واضح ہوں گے، معرفت کے اور موتی ان کو ملتے جائیں گے۔کبھی یہ نہیں ہوگا کہ کوئی شخص کہہ دے کہ بس کافی ہوگیا۔ورنہ عام کتابوں کا معاملہ یہ ہے کہ بہت اچھی کتاب بھی ہو اگر آپ اُسے ایک دو دفعہ پڑھ لیں تو تیسری دفعہ پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔لیکن قرآن میں سے معرفت کے اور حکمت کے موتی برآمد ہوتے ہی رہیں گے۔صحابہ کرام ؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔آپؐ کے قریبی ساتھیوں میں سے وہ بھی تھے جو روزانہ تہجد کی نماز میں ساڑھے چار پارے قرآن پڑھتے تھے، تاکہ ایک ہفتے میں قرآن کی تلاوت مکمل ہو جائے۔یوں ایک سال میں باون مرتبہ ختم قرآن ہوا۔لوگ ساری زندگی پڑھتے رہیں گے، مگر بوسیدگی طاری نہیں ہوگی۔حکمت و معرفت کے موتی اور ہیرے برآمد ہی ہوتے رہیں گے۔اور ہر دور میں، اس دور کے احوال کے پیش نظر جب لوگ پڑھیں گے تو نئی نئی روشنی ملے گی۔یہ اللہ کا کلام ہے۔یہ عام کتاب نہیں ہے۔یہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوگا۔

((وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ)) ''اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے''۔یہ وہ کان ہے جس میں سے علم و حکمت کے گوہر نایاب ہمیشہ نکلتے رہیں گے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔بقول اقبال ؎

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمتِ او لا یزال است و قدیم

آگے فرمایا:((هُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰی قَالُوْا:﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾)) ''یہ وہ کتاب ہے کہ اسے جیسے ہی جنوں نے سنا' فوراً پکار اٹھے:ہم نے ایک بہت خوبصورت قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے' تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔''

ہمارا حال یہ ہے کہ سینکڑوں مرتبہ قرآن سنتے ہیں مگر ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا' جیسے چکنے گھڑے کے اوپر سے پانی بہہ جائے، مگر جنوں کی جماعت نے اسے ایک مرتبہ سنا تو وہ اس پر ایمان لے آئی۔اس واقعہ کا ذکر سورۃ الجن کے آغاز میں ہے۔سورۃ الاحقاف میں بتایا گیا ہے کہ یہ جنات ایمان لانے کے بعد اپنی قوم کے پاس گئے تو جاتے ہی دعوت و تبلیغ کا آغاز کر دیا۔انہوں نے اپنی قوم کو بتایا کہ''ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے' تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی' رہنمائی کرتی ہے حق اور رشد و ہدایت کی طرف''۔پھر انہوں نے اپنی قوم کو رسول اللہ ﷺ کی پکار پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

حدیث کے آخری ٹکڑے اس حدیث کا کلائمکس ہیں۔فرمایا:((مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ' وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ' وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ' وَمَنْ دَعَا اِلَیْهِ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ)) ''جس نے قرآن کی بنیاد پر بات کہی اُس نے سچ کہا' اور جس نے قرآن پر عمل کیا اس کا اجر محفوظ ہے' اور جس نے قرآن کی بنیاد پر کوئی فیصلہ دیا اس نے عدل کیا اور جس نے قرآن کی طرف بلایا اُسے تو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دی گئی''۔قرآن کی بنیاد پر کوئی بات کہے گا تو اس کے اندر کوئی غلطی کا امکان نہیں۔ہم اپنی معلومات کے حوالے سے کوئی بات کہیں تو خواہ ہماری معلومات کا دائرہ کتنا ہی وسیع ہو، ہم کسی شے کو دیکھ بھی رہے ہوں لیکن ضروری نہیں کہ وہ شے مطابق واقعہ بھی ہو۔پھر یہ کہ کسی بھی معاملے کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں۔میرے بیان میں بہت سے پہلو بیان ہونے سے رہ جائیں گے۔وہی سامنے آئیں گے جنہیں میں نے اپنے طور پر ایک حقیقت جانا۔لیکن قرآن اللہ کی سچی کتاب ہے۔اس کی بنیاد پر جو بات کہی جائے گی وہ یقینی طور پر سچ ہوگی۔جس نے اس قرآن کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا، اس نے عدل سے کام لیا۔اور جس کسی نے اس قرآن کی طرف لوگوں کو بلایا کہ آؤ پلٹو قرآن کی طرف، اُس کو تو ہدایت ضرور مل گئی۔کسی اور کو ہدایت حاصل ہو یا نہ ہو' یہ داعی کے ذمے نہیں ہے' البتہ جو قرآن کی طرف بلا رہا ہے اس کی خود ہدایت یقینی (ensured) ہے۔اس کے ہدایت پر ہونے کی اللہ کی طرف ضمانت دی گئی ہے۔یہ ہے وہ عظیم حدیث جو قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے ہے۔

ہم نے رجوع الی القرآن کورس اسی غرض سے شروع کیا کہ مسلمانوں کو اس قرآن کی طرف بلائیں کہ دیکھو تم نے 20 سال دنیاوی تعلیم پر صرف کر دیے، کم سے کم 1 سال قرآن کو سمجھنے اور سیکھنے کے لیے بھی نکال لو۔رجوع الی القرآن کورس کے لیے جو نصاب وضع کیا گیا اس میں درج ذیل مضامین شامل ہیں:

1۔عربی صرف و نحو، 2۔ترجمہ قرآن (پانچ پارے)، 3۔آیات قرآن کی صرفی و نحوی تحلیل، 4۔مطالعہ حدیث 5۔تجوید و حفظ، 6۔قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی، 7۔اصطلاحات حدیث، 8۔اضافی محاضرات

ان مضامین کی خصوصی اہمیت ہے۔تجوید کا علم بہت ضروری ہے، اسی سے آپ کو معلوم ہو کہ قرآن کے پڑھنے کے اصول کیا ہیں۔قواعد تجوید سے آگاہی نہ ہو تو انسان لحن جلی (حرام غلطی) کا ارتکاب بھی کر بیٹھتا ہے۔بعض اوقات لوگ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوتے ہیں، لیکن مخارج صحیح نہیں ہوتے۔چنانچہ مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔اس طرح کی غلطی سے ہم تبھی بچ سکیں گے جب تجوید سیکھیں گے۔اگر ہم اللہ کا کلام پڑھ رہے ہوں اور پڑھنے میں احتیاط ہی نہ کریں۔اس میں غلطیاں کریں، اور ان کی اصلاح کی کوشش ہی نہ کریں تو یہ بڑی ناقدری کی بات ہے۔اگرچہ تجوید میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ لیول ہیں، ہم اگر ان لیول پر نہ بھی پہنچیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ مخارج کی اصلاح ہو جائے، اور تلاوت کے دوران ہم حرام غلطیوں کے ارتکاب سے بچ سکیں۔عربی زبان بھی شامل نصاب ہے۔قرآن مجید کے اندر بہت بڑی تاثیر ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔لیکن اگر اسے ترجمہ کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کریں گے تو اللہ کے پیغام ہدایت سے روشناس ہو بھی گئے تو اس کی خصوصی تاثیر سے محروم رہیں گے۔اقبال نے کہا تھا ؎

(باقی صفحہ 7 پر)

سانحہ خروٹ آباد، لاقانونیت اور بربریت کی انتہا

مرزا ندیم بیگ

ہمارے اسلاف میں سے خلیفہ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک بار فرمایا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مرگیا تو روزِ محشر عمر سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ ایک آج کے حکمران ہیں کہ ان کے دورِ حکومت میں ہر روز لاشوں کے انبار لگ رہے ہیں اور خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں، آئے روز نہ جانے کتنی عصمتیں پامال ہوتی ہیں، ہر صبح نہ جانے کتنے بچے شفقت پدری سے محروم ہوجاتے ہیں، ہر شب نہ جانے کتنے گھروں کا مقدر اندھیرے بنتے ہیں، ہر پل نہ جانے کتنوں کے لیے زندگی بوجھ بن جاتی ہے، ہر ساعت نہ جانے کتنی بستیوں پر انجانے طوفان کڑکتے ہیں، ہر لمحے نہ جانے کتنے شہر ویران ہوجاتے ہیں، مگر ہمارے حکمران ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اُن کے ہشاش بشاش چہرے گلابوں کی طرح سرخی مائل ہیں جبکہ عوام ہیں کہ تن کی چمڑی بھی سوکھتی جاتی ہے، حکمرانوں کے گلابی چہروں پر مسکراہٹ ہے کہ کھل کھل کر نمایاں ہوئی جاتی ہے اور دوسری جانب عوام ہے کہ ان کے چہروں پر درد، کرب اور پریشانیوں کے آثار نمایاں ہیں۔ حکمرانوں کی توندیں دیکھ کر ان کی بسیار خوری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور عوام ہیں کہ دو وقت کی روٹی کے لیے حشرات الارض جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ حکمرانوں کے باغیچے فواروں سے مزین ہیں اور عوام صاف پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ حکمران کے کتوں اور بلیوں کے کھانے کے لیے تو انواع و اقسام کے کھانے میسر ہیں اور دوسری جانب اشرف المخلوقات بھوک کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں۔ یہی نہیں اگر حکمرانوں کے کتے اور بلے بیمار پڑجائیں تو ویٹرنری ہسپتال کے عملے کے غول کے غول امڈ آتے ہیں جبکہ دوسری جانب کئی اشرف المخلوقات ہسپتالوں کی راہداریوں میں ڈاکٹروں کی عدم توجہی اور دوا کے نہ ملنے کے باعث مرجاتے ہیں۔

پاکستان کے ادارے ظلم و بربریت کی مثال کامل بنے ہوئے ہیں۔ عوامی اسمبلیوں میں عوام کشی کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ وزارتیں عوام کا کچومر نکالنے کا منصب بن چکی ہیں۔ عوامی نمائندے عوام کے خون سے کشید کی گئی شراب کے رسیا ہو چکے ہیں۔ عدالتیں انصاف کی منڈیاں ہیں، جہاں انصاف سرعام بکتا ہے اور ظلم کا بول بالا ہوتا ہے۔ مساجد عبادت گاہوں کی بجائے مقتل گاہوں کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ فلاحی مراکز، جراحی مراکز بن چکے ہیں۔ تھانے عوام الناس کی عزتوں سے کھلواڑ کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ قانون کے محافظ قاتل اور قانون کا مذاق اڑانے والے بن چکے ہیں۔ جس کی تازہ ترین مثال بلوچستان کا علاقہ خروٹ آباد ہے۔ جہاں پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ''رکھوالوں'' نے ایک ہی خاندان کے 5 غیر ملکی باشندوں کو اپنی نشانہ بازی کی بھینٹ چڑھا دیا۔

ان غیر ملکی افراد کے بارے میں علم ہوا ہے کہ یہ پاکستان کے راستے ایران جارہے تھے، جہاں وہ مقدس مقامات کی زیارتیں کرنا چاہتے تھے۔ ان غیر ملکیوں کے بارے میں پہلے موقف اختیار کیا گیا کہ یہ چیچن ہیں اور دہشت گرد ہیں۔ ہلاکتوں کے بعد بھی ایف سی اور پولیس والوں نے موقف اختیار کیا کہ یہ لوگ دہشت گرد تھے اور جب انہیں ہلاک کیا گیا، انہوں نے خودکش جیکیٹس پہن رکھی تھیں۔ عوام الناس کے لیے امن وامان قائم کرنے والے اداروں کی معلومات ہی اعتبار کا ذریعہ ہوتیں اور اکثریت نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی فراہم کردہ معلومات پر ہی یقین کامل کرلیا ہوتا مگر وہ تو بھلا ہو جدید ٹیکنالوجی کا کہ جس نے موبائل فونز میں ویڈیو کیمروں کی سہولت دے دی۔ اس سہولت نے تمام واقعہ کی حقیقت کا بھانڈا پھوڑ دیا کہ ہلاک ہونے والے افراد نہ تو دہشت گرد تھے اور نہ خودکش جیکٹس اور اسلحے سے لیس تھے بلکہ وہ نہتے تھے اور جب ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کی جارہی تھی وہ زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے اور ہاتھ فضا میں بلند کر کے اپنے نہتے اور بے گناہ ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے تھے۔ ایک ٹی وی چینل نے تو یہ بھی دکھایا کہ تین خواتین اور دو مردوں کو رسیوں سے باندھ کر مارا گیا، نہتے اور بے گناہ افراد کی ہلاکتوں کے بعد ہمارے ہی ادارے کا ایک بدبخت اہلکار ایک مردہ خاتون کے گلے سے قیمتی ہار اتار کر جیب میں ڈال رہا ہے۔

دنیا کے ان ''انوکھے'' دہشت گردوں سے روس کے پاسپورٹ بھی برآمد ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک خاتون سات ماہ کی حاملہ تھی۔ بعدازاں جب روسی سفارتخانے کے عملے نے ہلاک شدگان کی میتوں کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ روس سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان افراد کے بارے میں یہ پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ جب بارڈر سے بذریعہ گاڑی پاکستان کی حدود میں داخل ہوئے تو ہر ناکے پر رشوت دیتے ہوئے آئے اور اس وقت تک یہ لوگ نہ دہشت گرد تھے اور نہ کچھ اور، مگر جب یہ لوگ ناکوں پر رشوت دے دے کر تنگ آگئے اور انہوں نے مزید رشوت دینے سے انکار کردیا تو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں نے ان کو ''دہشت گرد'' قرار دے کر ایک جعلی مقابلے میں مار دیا۔ پولیس کے سرجن ڈاکٹر محمد باقر کی رپورٹ کے مطابق تمام افراد کو انتہائی قریب سے گولیاں ماری گئیں اور عینی شاہدین کے مطابق ہلاک شدگان کی جانب سے کسی قسم کی مزاحمت دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس واقعے کی تحقیقات کے لیے کمیشن بنا دیا گیا ہے، اب دیکھیے اس بحر کی تہہ سے کیا نکلتا ہے۔

خروٹ آباد کا واقعہ دل دہلا دینے والا ہے۔ اس اندوہناک واقعہ نے ہماری ظلم و بربریت کی روش اور ہمارے اداروں کے خمیر اور گھٹی میں شامل کرپشن کے پردوں کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے اور یہ حقیقت بھی عریاں کردی ہے کہ ہمارے قانون نافذ کرنے والے ادارے ہی قانون شکنی کی سب سے بڑی مثال ہیں۔ اگر حقائق سامنے نہ آتے تو ہمارے ادارے ان مظلوم مقتولین کو انتہائی ''ہائی ویلیو ٹارگٹ'' قرار دیتے۔ ٹی وی کیمروں کا سامنا کرنے کے شوقین وزیر داخلہ کوئی پیلی نیلی ٹائی لگا کر اوٹ پٹانگ انگلش میں قوم کو بتا رہے ہوتے کہ ''یہ لوگ

ملک کی اہم شخصیات کو ہلاک کرنا چاہتے تھے، خواتین خودکش حملوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں، مرد انتہائی مطلوب افراد تھے۔ ملک کی اہم تنصیبات کی معلومات اور نقشے بھی ان کے قبضے سے ملے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔‘‘

خروٹ آباد واقعے نے ایک اور حقیقت پر سے بھی پردہ اٹھادیا ہے کہ بلوچستان میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی لاقانونیت کے خلاف پراپیگنڈا محض پراپیگنڈا نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ بلوچستان ایک عرصے سے نفرتوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور اس کی وجہ وہاں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے طاقت کا ناجائز استعمال ہے۔ اب تو ثابت ہوگیا کہ بوڑھے سردار اکبر بگٹی کو طاقت کے نشے میں دھت، اقتدار، شراب اور شباب کے رسیا فوجی جرنیل پرویز مشرف نے اپنی اَنا کی جھوٹی تسکین کے لیے موت کے گھاٹ اتارا اور اس وقت سے لے کر اب تک نہ جانے کئی بلوچ حکومت کی رِٹ کے قیام کی آڑ میں ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیئے گئے۔ کتنوں کو ایجنسیوں نے نہ جانے کہاں پاتال میں پہنچادیا ہے کہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے اور ان کے لواحقین ہیں کہ اپنے پیاروں کی تصویریں سینوں پر سجائے سرکاری اداروں اور عدالت عظمیٰ کی دہلیز پر خاک چھان رہے ہیں۔ کئی جیلوں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے گل سڑ رہے ہیں۔ بلوچوں کے بے شمار گھر مسمار کر دیئے گئے ہیں۔ کئی گاؤں اور گھوٹوں کو وہاں وہاں سے ’’ہٹ‘‘ کیا گیا ہے کہ ان کے مکینوں کو پتہ بھی نہیں چلا ہے کہ انہیں کہاں سے نشانہ بنالیا گیا ہے۔ ماضی میں ہمارے اداروں نے یہی روّیہ مشرقی پاکستان کے لوگوں سے روا رکھا تو ملک دولخت ہوگیا تھا، آج بھی ملک ایک بار پھر اُسی مقام پر کھڑا ہے جس مقام پر 1971ء میں کھڑا تھا۔ اگر اب بھی ہم نے اپنا روّیہ نہ بدلا تو خاکم بدہن ملک ایک بار پھر مزید تقسیم ہوسکتا ہے، اور عالمی مہاجنوں کی بھی یہی منشاء اور مرضی ہے۔ جنوبی وزیرستان اور دیگر علاقوں کے بعد شمالی وزیرستان میں آپریشن بھی اس لیے کیا جارہا ہے کہ ملک میں خانہ جنگی کی فضا پیدا کرکے اپنے مذموم مقاصد کو پورا کیا جاسکے۔

خروٹ آباد واقعے نے ایک اور حقیقت سے بھی پردہ اٹھادیا ہے کہ پاکستان کی سرزمین ’’ریمنڈ ڈیوس‘‘ جیسے سانڈوں کے لیے تو چراگاہ اور سیرگاہ ہے اور ریمنڈ ڈیوس جیسے بھیڑیوں کو مذموم سرگرمیوں اور پاکستانیوں کے قتل عام کے باوجود ہر قسم کا تحفظ دیا جاتا ہے مگر مسلم ممالک کے شہریوں اور پاکستانیوں کے لیے یہ سرزمین مذبح خانے کا درجہ رکھتی ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ محض چند ڈالرز کے عوض اپنے عوام اور ہمسایہ ممالک سے تعلقات خراب نہ کرے۔ خروٹ آباد واقعے کے لیے بننے والے کمیشن سے بھی توقع ہے کہ وہ اس واقعے کی تہہ میں پہنچ کر حقائق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرے اور اس واقعے میں ملوث افراد کو قرار واقعی سزا دے۔ اگر ہم نے اس موقع کو بھی گنوا دیا گیا تو پھر کہیں مالک حقیقی کا فیصلہ نہ آجائے، اور وہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو نے کا رَتی برابر بھی امکان نہیں۔

بقیہ: منبر ومحراب

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب　　　گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

پس فہم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص بنیادی عربی زبان اور اُس کے قواعد کا فہم حاصل کرے۔ عربی قواعد سے آگاہی کے بعد تھوڑی سی محنت کرکے انسان اس قابل ہوسکتا ہے کہ قرآن پڑھتے یا سنتے ہوئے اس کا مفہوم سمجھتا جائے۔ اِس کورس میں ترجمہ قرآن بھی شامل ہے۔ کچھ حدیث کا حصہ بھی ہے۔ پھر فکر قرآنی کے حوالے سے قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے دروس بھی ہیں۔ یہ ایک بڑا جامع کورس ہے۔ قرآن اکیڈمی میں آج ہی اس کورس کی تکمیل ہوئی۔ اب نئے سیشن کے لیے ماہ رمضان کے بعد نئے داخلے ہوں گے۔ میری آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے اوقات میں کچھ وقت فہم قرآن کے لیے نکالئے، اور اِس کورس میں شامل ہوں۔ زندگی کا کیا بھروسا، نہ جانے کب یہ ڈور کھینچ لی جائے اور پچھتاوے کے سوا آپ کچھ نہ کرسکیں۔ خدارا! قرآن کی طرف آیئے، اس لیے کہ یہ قرآن ہی ہمارے لیے منبع وسرچشمہ ہدایت ہے۔　[مرتب: محبوب الحق عاجز]

نیوز آف دی ویک

اوورٹائم لگوانا شروع کردیں

خبر ’’افغانستان میں فوج کم کرنے کی جلدی نہیں‘‘

وزیر دفاع امریکہ

تبصرہ: حضور والا! کون کہتا ہے کہ آپ کو افغانستان سے فوجیں نکالنے کی جلدی ہے۔ حضور! قصہ یہ ہے کہ افغان خود بڑے مہمان نواز ہیں لیکن وہ مہمان اُسے تصور کرتے ہیں جو کھلے دروازے سے دستک دے کر آئے اور جو چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح دیوار پھلانگ کر آئے، اُسے بھی وہ جلد واپس نہیں بھیجتے بلکہ ٹھنڈا کرکے بھیجتے ہیں۔ برطانیہ اور سوویت یونین دیوار پھلانگ کر آنے کا مزا چکھ چکے ہیں۔ لہٰذا وہ تو کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ وہ تو اپنے سارے فوجیوں کو واپس بھی نہ بلا سکے، اکثر کو افغانستان کی زمین ہی ہڑپ کرگئی لیکن تمہارا ملک امریکہ بہت ترقی یافتہ ملک ہے اور پھر سپر نہیں سپریم پاور آف دی ورلڈ ہے۔ ٹھنڈے امریکیوں کو بھی باڈی بیگ میں بند کرکے لے جاتا ہے۔ آپ کو اگر زندہ، سانس لینے والے اور ڈھڑکتے دلوں والے فوجی واپس بلانے کی جلدی نہیں تو افغانیوں کو بھی کوئی ایسی جلدی نہیں۔ وہ بھی آپ کے فوجیوں کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کریں گے۔ آپ صرف اتنا کریں کہ باڈی بیگ بنانے والی فیکٹریوں میں اوورٹائم لگوانا شروع کردیں۔

خطبہ چہارم: "انقلاب اسلامی کے ضمن میں تصادم کے مراحل"

نبی اور رسول کے مابین نسبت

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا فکر انگیز خطاب

میں نے اپنے پچھلے خطاب میں عرض کیا تھا کہ نبوت و رسالت کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں ہے، اس موضوع پر میں بحث نہیں کروں گا، لیکن آج میں نے طے کیا ہے کہ اس ضمن میں بھی اپنے خیالات واضح طور پر آپ کے سامنے پیش کردوں۔ اگرچہ میرے خطبات اور دروس قرآن میں اس ضمن میں بارہا اشارات آئے ہیں، لیکن اجمال سے بات نہیں بنتی۔ اس بارے میں بہت سے لوگوں نے مجھ سے سوالات کیے، خطوط کے ذریعے بھی یہ کہا کہ اِس موضوع پر تفصیل سے لکھوں، لیکن مجھے لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اب نہ جانے کتنی مہلت عمر باقی ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ واضح کردوں کہ میرے نزدیک نبی اور رسول کے مابین کیا نسبت ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لغوی طور پر نبی کے معنی کیا ہیں؟ نبی کا لفظ نبأ سے بنا ہے، جس کے معنی "خبر" کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: خَبَرٌ ذُوْ فَائِدَۃٍ عَظِیْمَۃٍ ایسی خبر جس سے بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہو۔ "نبی" کے معنی خبر دینے والے کے ہیں۔ "نُبُوَّۃٌ" بلندی کو کہتے ہیں۔ پس نبوت بہت بلند مقام و مرتبہ ہے۔ حضورﷺ نے اس مقام و مرتبہ کو تشبیہ کے طور پر اپنے ایک عمل کے ذریعے سے نمایاں کیا تھا۔ آپ کو جب حکم ہوا تھا: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ یعنی "آپ ڈنکے کی چوٹ بیان کیجیے، جو آپ کو کہا گیا ہے۔" تو آپ کوہ صفا پر کھڑے ہوگئے۔ کوہ صفا اس وقت چھوٹی سی چٹان کی شکل میں ہے، حضورﷺ کے زمانے میں وہ پہاڑ تھا۔ کوہ صفا پر کھڑے ہوکر آپؐ نے "واصباحا" کا نعرہ لگایا۔ عربوں کے ہاں رواج تھا کہ اگر کوئی شخص کسی بُری خبر کا اعلان کرتا یا اپنی قوم کو کسی بڑے خطرے سے آگاہ کرتا تو وہ کسی اونچی جگہ کھڑا ہو جاتا، کپڑے اتار دیتا اور پکارتا "واصباحا"۔ ہائے وہ آنے والی صبح۔ اس لیے کہ غارت گر قبائل جو غارت گری کرتے تھے، اکثر رات میں کرتے تھے، بلکہ رات کے بھی اُس پہر میں جب نیند بہت گہری ہوتی ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا تھپک کر آدمی کو سلا رہی ہوتی ہے۔ نبی اکرمﷺ نے بھی اسی روایت پر عمل کیا۔ ہاں اِس روایت میں جو غلط چیز تھی، یعنی برہنگی، اُسے اختیار نہیں فرمایا۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لیے اپنے دور میں ہر ذریعہ تبلیغ اختیار کریں، ہاں یہ احتیاط ضرور کی جائے کہ وہ ذریعہ حرام نہ ہو۔ اگر ہم ابلاغ کے جدید ذرائع کو چھوڑ دیں گے تو گویا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی ماریں گے۔ بہرحال آپؐ کے پکارنے پر لوگ جمع ہوگئے تو آپؐ نے اُن سے پوچھا، لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک دشمن ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کو مانو گے۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا، کیوں نہیں، ہم آپ پر ضرور یقین کریں گے، کیونکہ آپؐ صادق اور امین ہیں، آپؐ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں، دوسرے یہ کہ آپؐ بلندی پر کھڑے ہیں۔ آپ پہاڑ کے اُدھر بھی دیکھ رہے ہیں، اِدھر بھی دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ ہے مقام نبوت۔ نبی بلند مقام و مرتبہ پر ہوتا ہے۔ وہ دنیا کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور آخرت کو بھی اور اسی بلندی سے وہ لوگوں کو حقائق کی خبر دیتا ہے۔ "رسالت" بڑا سادہ سا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ر س ل ہے۔ اس مادہ سے باب افعال سے ارسل یرسل ارسالاً آتا ہے، جس کے معنی پیغامبر بھیجنا، خط بھیجنا، پیغام بھیجنا، تحفہ بھیجنا کے ہوتے ہیں۔

نبوت اور رسالت کے ضمن میں دو باتیں متفق علیہ ہیں۔ پہلی بات جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ یہ بھی ان چند اصطلاحات میں سے ہیں جو قرآن حکیم میں جوڑوں کی شکل میں آئی ہیں، اور قریب المعنی ہیں۔ یہ اگر کہیں ایک ساتھ آجائیں تو ان کے معنی جدا ہوجائیں گے، اور اگر علیحدہ علیحدہ ہوں تو کچھ معنی اکٹھے ہوجائیں گے۔ اہل علم کہتے ہیں: اذا اجتمعا تفرقا واذا تفرقا اجتمعا۔ اِس کی ایک مثال مومن اور مسلم کی ہے۔ یہ دو الفاظ بھی قریب المعنی جوڑا ہے۔ ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، خواہ آپ مومن کہہ لیں یا مسلم، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن ان کے علیحدہ علیحدہ معانی بھی ہیں۔ مثلاً سورۃ الحجرات میں فرمایا:

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ؕ﴾

(آیت:14)

"دیہاتی کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ (اے نبی ان سے) کہیے، تم ایمان ہرگز نہیں لائے ہو۔ (ہاں) یوں کہہ سکتے ہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں۔ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں بھی داخل نہیں ہوا۔"

یہاں ایمان اور اسلام کے معانی علیحدہ ہوگئے۔

اسی طرح کا معاملہ نبی اور رسول کا ہے۔ الفاظ کا یہ جوڑا ہم معنی بھی ہے اور مختلف بھی ہے۔ جب نبی اور رسول کے الفاظ علیحدہ علیحدہ آئیں گے تو ہم معنی ہوجائیں گے، اور جب ایک جگہ آئیں گے تو پھر ان کے معانی علیحدہ ہوجائیں گے۔

دوسری بات جو علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے، یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے، جیسے مسلم عام ہے اور مومن خاص ہے۔ ہر مومن تو لازماً مسلم ہے لیکن ہر مسلم لازماً مومن نہیں ہے۔ آج دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں۔ لیکن کیا یہ مومن بھی ہیں؟ اگر فی الواقع مومن ہوتے تو دنیا میں کبھی ذلیل وخوار نہ ہوتے کہ خود اللہ نے فرمایا کہ

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝﴾

(آل عمران:139)

"اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔"

ہم ذلیل وخوار اس لیے ہیں کہ صحیح معنوں میں مومن نہیں ہیں۔ بہرحال نبی عام اور رسول خاص ہے۔ ہر رسول

لازماً نبی ہے، مگر ہر نبی لازماً رسول نہیں ہے۔

تیسری بات بھی تقریباً متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ دنیا میں جو انبیاء کرامؑ آئے ہیں، اُن کی تعداد سوا لاکھ ہے، اور رسولوں کی تعداد 313 ہے۔ عجیب بات ہے کہ حجۃ الوداع میں جو صحابہ حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے وہ سوا لاکھ تھے۔ یہ گویا وہی تعداد ہے جو دنیا میں آنے والے نبیوں کی ہے، اور میدان بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ 313 صحابہ تھے، اور یہ وہ تعداد ہے کہ جس تعداد میں دنیا میں رسول آئے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی اور رسول کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس سلسلہ میں عام طور پر علماء کا کہنا ہے کہ دنیا میں جو پیغمبر کتاب لے کر آتا ہے وہ رسول ہے اور جو بغیر کتاب کے آتا ہے وہ نبی ہے۔ دوسرے یہ کہ جو پیغمبر کوئی شریعت لاتا ہے، وہ رسول ہے اور جو شریعت نہیں لاتا وہ نبی ہے۔ میرے نزدیک نبی اور رسول میں فرق کے حوالے سے یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو کتاب زبور دی گئی، لیکن وہ نبی ہیں، رسول نہیں ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نئی شریعت نہیں لائے، لیکن پھر بھی وہ رسول ہیں۔ نبوت و رسالت میں فرق کچھ اور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نبوت ایک مرتبہ اور کیڈر ہے جبکہ رسالت ایک عہدہ اور اپائنٹمنٹ ہے۔ نبی کو جب کسی خاص جگہ پر معین کر کے بھیج دیا جائے تو وہ رسول ہو جاتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جب ایک شخص CSP آفیسر بن جاتا ہے، اس نے ٹریننگ بھی کر لی ہوتی ہے، تو اب اسے کسی بھی اعلیٰ عہدے پر تعینات کیا جا سکتا ہے۔ اسے ڈی سی لگایا جا سکتا ہے، کہیں ڈپٹی سیکرٹری لگایا جا سکتا ہے۔ کہیں کسی محکمے کا چیئرمین بنایا جا سکتا ہے۔ بہرحال اُسے جہاں بھی تعینات کیا جائے گا، وہ اس کا ممکنہ عہدہ ہو گا، البتہ اس کا کیڈر مرتے دم تک CSP رہے گا۔ یہی کہا جائے گا کہ وہ CSP آفیسر ہے، یا PCS آفیسر ہے۔ پس جدید اصطلاح میں نبوت ایک کیڈر اور ایک مرتبہ اور رسالت ایک عہدہ ہے۔ جب اللہ کسی نبی کو معین طور پر کسی کی طرف بھیجتا ہے تو وہ رسول ہو جاتا ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا:

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾﴾ (طٰہٰ)

"تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) وہ سرکش ہو رہا ہے۔"

اگر نبیوں کو اس طرح کی اپائنٹمنٹ نہیں دی جاتی تو ان کی حیثیت وہی ہوتی ہے، جیسے اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ وہ اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں ایمان ہوتا ہے، اور ایمان بھی یقین والا۔ البتہ فرق یہ ہوتا ہے کہ انبیاء پر وحی آتی ہے، اولیاء پر وحی نہیں آتی۔ نبیوں کی طرح اولیاء کی ذات سے بھی خیر پھیلتا ہے، بلکہ ہر مومن کی ذات سے خیر پھیلتا ہے بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ اگر آگ واقعتاً آگ ہے تو اس سے ماحول میں حرارت لازماً پھیلے گی۔ اگر کسی کے وجود سے نیکی نہیں پھیلتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندۂ مومن نہیں ہے۔

نبی اور رسول میں دوسرا فرق یہ ہے کہ نبی قتل ہو سکتا ہے جبکہ رسول قتل نہیں ہو سکتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ ایک خاص جگہ میں اللہ کا نمائندہ بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ اس کی توہین اللہ کی توہین ہے۔ اس کو قتل کرنے کی کوشش اللہ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ لہٰذا رسول کبھی قتل نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔ سورۃ المجادلۃ میں فرمایا:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ط﴾ (آیت:21)

"اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول لازماً غالب رہیں گے۔"

سورۃ الصافات میں ارشاد ہوا:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾﴾

"اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی (مظفر و) منصور ہیں۔ اور ہمارا لشکر غالب رہے گا۔"

اسی طرح سورۃ القمر میں حضرت نوح علیہ السلام اللہ سے فریاد کرتے ہیں کہ

﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾﴾

"انہوں نے رب سے دعا کی کہ (اے اللہ) میں (ان کے مقابلے میں) مغلوب ہوا جا رہا ہوں، میری مدد کر (اور ان سے انتقام لے)۔"

رسول مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ آرزو کیوں پوری نہ ہوئی کہ میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں۔ آپؐ فرماتے ہیں: میری بڑی خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر قتل ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جائے، پھر زندہ کیا جائے۔ اللہ نے یہ آرزو پوری نہیں کی۔ اس لیے کہ رسول کے حوالے اللہ کا فیصلہ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾﴾ (الصّٰفّٰت)

"اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی (مظفر و) منصور ہیں، اور ہمارا لشکر غالب رہے گا۔"

رسول کے غلبہ اور قتل سے بچاؤ کی فیصلہ کن اور سب سے نمایاں مثال قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آئی ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک ہی وقت میں دو شخصیتیں موجود تھیں۔ ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام اور دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یحییٰ علیہ السلام قتل کر دیے گئے، مگر عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کامیاب نہ ہوئی۔ اللہ نے اُنہیں قتل نہیں ہونے دیا، بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جو نبی تھے، جن کے بارے میں قرآن میں سید، حصور اور نبی صالح کے الفاظ آتے ہیں، قتل ہو گئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول تھے، انہیں قتل ہونے سے بچا لیا گیا، اور انجیل برناباس کے مطابق ان کی جگہ وہ حواری سولی چڑھ گیا، جس نے انہیں گرفتار کروانے کے لیے غداری کی تھی۔ اللہ نے اس کی شکل حضرت مسیحؑ کی بنا دی۔ قرآن نے بنیادی بات بتا دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے، اللہ نے انہیں زندہ اُٹھا لیا۔ باقی تفصیل نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے۔

﴿وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط﴾ (النساء:157)

"اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے۔ (اللہ نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔"

یعنی یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا، انہونی بات ہے۔ رسول تو قتل ہو ہی نہیں سکتا۔

اس ضمن میں ایک اور سوال یہ ہے کہ قرآن میں جہاں قتل انبیاء کا ذکر آیا ہے، وہاں بعض جگہوں پر قتل رسل کا ذکر بھی آیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ

ہے کہ ایسے مقامات پر رسول کے معنی نبی کے ہیں۔ یہاں وہ اصول لاگو ہوگا جو پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ اذا اجتمعا تفرقا واذا تفرقا اجتمعا۔

آخری بات اہل تصوف کے حوالے سے ہے۔ بعض جاہل صوفیوں کا کہنا یہ ہے کہ ولایت نبوت و رسالت سے افضل ہے۔ یہ نری بکواس ہے۔ اسی لیے میں نے ''جاہل'' صوفیاء کہا ہے۔ یہ خیال سب صوفیاء کا نہیں ہے، جاہل صوفیاء کا ہے۔ عبدیت، ولایت اور نبوت کیڈر ہیں۔ ہر نبی پہلے عبد، پھر ولی اور پھر نبی ہوتا ہے، اور جب اُسے معین کر کے کسی خاص جگہ بھیجا جاتا ہے تو وہ رسول ہو جاتا ہے۔ پس رسالت وہ منصب اور عہدہ ہے کہ جس میں نبوت و رسالت دونوں جمع ہیں۔

نبوت کا رخ اللہ کی طرف ہے۔ نبی اللہ سے لے رہا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس رسالت کا رُخ بندگان خدا کی طرف ہوتا ہے۔ رسول اللہ کا پیغام لوگوں میں پھیلا رہا ہوتا ہے۔ چونکہ رسالت کا رُخ مخلوق کی طرف ہے جبکہ نبوت کا رُخ اللہ کی طرف ہے، لہٰذا اس اعتبار سے نبوت کو افضل کہا جائے گا۔ مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ نبوت مرتبۂ عروج میں ہے اور رسالت مرتبۂ نزول میں ہے۔ حضور ﷺ کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تھے کہ اُن سے کہا گیا:

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾﴾ (طٰہٰ)

''تم فرعون کے پاس جاؤ (کہ) وہ سرکش ہو رہا ہے۔''

یعنی کوہ طور کی بلندی پر سے اب ذرا نیچے اترو، اور فرعون کو دعوت حق پیش کرو، جس نے سرکشی کی ہے۔ جب اللہ کا رسول، اللہ کا نبی رات کو کھڑا ہوتا ہے تو یہ اس کی عبدیت ہے۔ یہ اس کی نبوت ہے، اس کا رخ اللہ کی طرف ہے۔ اور جب وہ دن میں تبلیغ کر رہا ہوتا ہے، اللہ کے پیغام کے ابلاغ کے لیے ادھر اُدھر جاتا ہے، کبھی ایک سے اور کبھی دوسرے سے بات کرتا ہے، تو یہ رسالت ہے۔ چونکہ پیغام الٰہی پہنچانے کے دوران لوگوں سے طرح طرح کی ناروا باتیں سننا پڑتی ہیں، جس سے دل میں کچھ نہ کچھ میل آجاتا ہے، لہٰذا کہا جاتا ہے کہ رات کو کھڑے ہو کر ذرا اندر کی صفائی کرو، یہ جو تکدر آ گیا تھا، اُسے دھولو۔ مولانا رومؒ نے اس ضمن میں بہت عمدہ مثال دی ہے کہ جب بارش آتی ہے تو وہ فضا کو دھوتی اور اُس کے اندر موجود کثافتوں کو لے کر زمین پر آتی ہے۔ پھر وہ زمین کو دھوتی ہے۔ چنانچہ دریا زمین کی کثافتیں بہا لے جاتا ہے۔ پھر یہی پانی سمندر میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر سورج کی تمازت سے وہاں سے بخارات کی شکل میں اُٹھ رہا ہوتا ہے۔ اور تب یہ نہایت صاف و شفاف ہوتا ہے۔ اس میں کوئی کثافت نہیں ہوتی۔ نبی کا یہ رات کا جو معاملہ ہے اُس کا رُخ اللہ کی جانب ہے۔ اور یہ دن کا جو معاملہ ہے، اس کا رخ بندوں کی طرف ہے۔ بہرحال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہستی جو نبی بھی ہو اور رسول بھی، اس کی نبوت اس کی رسالت سے افضل ہے۔ (واللہ اعلم)

(جاری ہے)

☆☆☆

حسن عبادت

نماز پنجگانہ کی فرضیت واہمیت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہر مسلمان پر دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہے۔ نماز پنجگانہ اسلام کا رکن رکین اور مسلمانوں کا سب سے بڑا شعار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں مدینہ کی آبادی میں مسلمان تو سب کے سب پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ البتہ اسلام کے وہ دعویدار جو نمازیں تو پڑھتے تھے مگر بے دلی، کسل مندی، غفلت اور سستی کے ساتھ، انہیں منافق سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ منافقوں پر نماز پنجگانہ کی ادائیگی بہت بھاری تھی مگر مسلمان کہلوانے کے لیے انہیں مجبوراً نماز ادا کرنی پڑتی تھی۔

پنجگانہ نماز کا پابندی کے ساتھ ادا نہ کرنا کافرانہ طرزِ عمل ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی بڑی اکثریت نماز کو چھوڑے بیٹھی ہے۔ قرآن کے مطابق نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت:45) جب معاشرے میں کثرت کے ساتھ بے نمازی ہوں گے تو ماحول میں نیکی اور بھلائی کیسے فروغ پائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے اور یہ وقت کا تقاضا ہے کہ معاشرے میں نماز پنجگانہ کی اہمیت واضح کی جائے۔ بے نمازوں کو انجام بد سے باخبر کیا جائے۔ نماز کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں بار بار جگہ جگہ نماز کی پابندی کا حکم ہے۔ اور پھر نماز کا وقت ہو جانے پر مسجدوں میں بلند آواز میں اذان کے ذریعے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اپنے کام کاج چھوڑ کر نماز کی طرف چلے آؤ۔ اگر اس اہتمام کے ساتھ خدائی بلاوے پر لبیک نہ کہا جائے تو اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

جو لوگ دائرہ اسلام سے باہر ہیں انہیں شدید عذاب اور بدترین انجام کی خبر دی گئی ہے۔ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف بدترین کافر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے نماز قیامت کے دن ان کفار کے ساتھ ہوں گے۔ (مسند احمد، مسند دارمی) یہ اس لیے کہ جو دیدہ دانستہ نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

نماز ایمان کی ایسی نشانی اور اسلام کا ایسا خاص الخاص شعار ہے کہ اس کا چھوڑ دینا بظاہر اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا اور اس نے اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے الگ کر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا دور عملی اعتبار سے ہمارے لیے بہترین راہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اصحاب رسولؐ اسلام کی پسند و ناپسند کو اچھی طرح جانتے تھے اور وہ احکام شریعت کی پوری طرح پابندی کرتے تھے۔ اس طرح اس دور میں اسلامی تعلیمات پر پورا پورا عمل ہوتا

تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو حقیقی کامیابی سمجھتے تھے۔ اس دور میں اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے باوجود تارکِ نماز بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں جلیل القدر تابعی عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔'' (مشکوٰۃ، بحوالہ ترمذی) گویا دین اسلام کے دوسرے ارکان اور اعمال مثلاً روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے احکام میں کوتاہی کو تو گناہ اور معصیت تصور کرتے تھے مگر نماز چونکہ ایمان کی نشانی اور اس کا عملی ثبوت ہے، اس لیے اس کے ترک کو وہ اسلام سے خروج تصور کرتے تھے۔ سورۃ المدثر میں ہے کہ روزِ قیامت جب دوزخی آگ میں پڑے ہوں گے تو جنتی اُن سے پوچھیں گے تمہیں کون سی چیز جہنم میں لے گئی تو وہ جواب میں کہیں گے ﴿لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ (آیت:43) ''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔'' گویا وہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اُن کا جہنم میں جانا ترکِ صلوٰۃ کی وجہ سے ہے۔ دوزخ میں پڑے ہوئے یہ لوگ اگر کافر تھے تو اپنے کفر کو دوزخ میں جانے کا سبب بتاتے۔ لیکن انہوں نے دخولِ جہنم کا سبب ترکِ صلوٰۃ بتایا تو ظاہر ہے کہ مسلمان تھے بے نماز۔ قرآن پاک کی یہ آیت قیامت تک پڑھی جائے گی اور وہ ہر مسلمان کو غفلت سے بیدار کرتی رہے گی کہ ترکِ نماز دخولِ جہنم کا باعث ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ قرآن مجید میں مشرک کو جنت میں داخلے کا مستحق نہیں سمجھا گیا بلکہ اُسے جہنم کی وعید سخت ترین الفاظ میں سنائی گئی ہے۔ سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ (آیت:72)

''بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا، اللہ نے اُس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔''

> ''جب دوزخی آگ میں پڑے ہوں گے تو جنتی اُن سے پوچھیں گے تمہیں کون سی چیز جہنم میں لے گئی تو وہ جواب میں کہیں گے ''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔''

شرک یہ بھی ہے کہ اللہ کے حکم کو ٹالنا اور کسی اور کے حکم یا اپنے نفس کی چاہت کو پورا کرنا۔ تو پنجگانہ نماز کو جبکہ دن میں پانچ مرتبہ اونچی آواز میں اس کی یاددہانی کرائی جاتی ہے اور نماز کے لیے بلایا جاتا ہے، اُس کی طرف کان نہ دھرنا اور اس کو مستقل ٹالے رکھنا بھی اللہ کے حکم کا استخفاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم:31) گویا نماز کا چھوڑنا بھی مشرکین کا طریق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض دوسرے اکابر علمائے امت نماز چھوڑ دینے کو کفر اور ارتداد شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اگر وہ اسی حال میں مر جائے تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ البتہ کچھ دوسرے آئمہ حق کی رائے یہ ہے کہ ترکِ نماز بے شک ایک کافرانہ عمل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کسی بدبخت نے نماز چھوڑ رکھی ہے مگر وہ عقیدۂ نماز کا انکاری نہیں ہے تو وہ دنیا و آخرت میں سخت سزا کا مستحق ہے۔ ہاں اُس پر کفر اور ارتداد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ بہرحال نماز ترک کرنا کسی مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔ ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دوست احباب کو ترکِ صلوٰۃ کی سنگینی سے آگاہ کرتا رہے۔ نماز کا قائم کرنا صرف اللہ کے حکم کی تعمیل ہی نہیں بلکہ بیش بہا اجر و ثواب کا بھی باعث ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا: ''بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟'' صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں باقی رہے گا، آپؐ نے ارشاد فرمایا ''بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم) گویا بے نمازی اللہ کا نافرمان بھی ہے اور بیش بہا اجر و ثواب سے محروم بھی۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے رفیق امین اللہ کی والدہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق آصف مراد کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے
- حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق غلام حسین دل کی دادی وفات پا گئیں
- نقیب اسرہ قلعہ کالر انوالہ (حلقہ گوجرانوالہ) غلام نبی سعید کی اہلیہ وفات پا گئیں
- رفیق تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی پروفیسر کلیم انجم کے والد گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے
- رفیق تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی حافظ ذوالفقار شاہد کی والدہ انتقال کر گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حساباً یسیراً

تنظیمی اطلاعات

حلقہ لاہور کی مقامی تنظیم شاہدرہ میں ڈاکٹر عابد بٹ کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی جانب سے مقامی تنظیم شاہدرہ میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 مئی 2011ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر عابد بٹ کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ مالاکنڈ کی مقامی تنظیم ''چترال'' میں جناب محمد نبی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ مالاکنڈ کی جانب سے مقامی تنظیم چترال میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 مئی 2011ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد نبی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

جنگل کی زندگی سے پرے

جاوید چودھری

ہم ہرن کے پیچھے بھاگتے کتوں سے زیادہ سنگدل ہو چکے ہیں۔ ہرن کے بارے میں کہا جاتا ہے یہ جب بری طرح شکاری کتوں میں گھر جاتی ہے اور موت اسے صاف دکھائی دینے لگتی ہے تو یہ کتوں کی طرف منہ کر کے دل دوز چیخ مارتی ہے۔ یہ چیخ اس قدر خوفناک ہوتی ہے کہ کتوں کے دوڑتے قدم رک جاتے ہیں۔ ان کی آنکھیں خوف سے کھنچ جاتی ہیں اور بھونکتے ہوئے جبڑے بند ہو جاتے ہیں اور یہ ایک لمحے کے لیے بھول جاتے ہیں، یہ کس کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے اور اس ایک لمحے کا فائدہ اُٹھا کر ہرن جنگل میں غائب ہو جاتی ہے۔ شاعر ہرن کی اس چیخ کو ''غزل'' کہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ غزل میں بھی ہرن کا وہ سوز، وہ گداز اور رحم کی وہ اپیل ہوتی ہے جو سنگ دل سے سنگدل ترین شخص کے باطن کو موم کر دیتی ہے۔ ہرن میں ایک اور عجیب بات بھی ہے۔ شکاری جب ہرن کا بچہ چھین لیتے ہیں یا اس کا کوئی بچہ شکار ہو جاتا ہے تو ہرن کے دل پر سیاہ رنگ کا ایک داغ پڑ جاتا ہے۔ یہ داغ ''نقش سویدا'' کہلاتا ہے۔ اور جب یہ ہرن بھی شکار ہو جاتا ہے اور شکاری اس کا دل نکال کر دیکھتے ہیں تو یہ دل پر پڑے داغوں کو گن کر اس کے دکھوں کی ساری تاریخ جان لیتے ہیں۔ کل تک میرے کانوں میں چار چیخوں اور ظلم کے تین داغ تھے لیکن کل رات ان میں ایک اور کا اضافہ ہو گیا اور مجھے صبح اُٹھتے ہوئے یوں محسوس ہوا کہ میرا معدہ حلق کے راستے باہر آ جائے گا۔ میں متلی اور قے کی خوفناک حالت میں واش روم کے فرش پر لیٹ گیا اور کبھی دل پر ہاتھ رکھتا اور کبھی معدے میں اُبلتے لاوے کو سنبھالنے کی کوشش کرتا۔ میں پانی سے باہر گری مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا اور مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی میں اس حالت سے باہر کیسے نکلوں گا۔ میرے دل کے داغوں سے دھواں اُٹھ رہا تھا اور اس دھوئیں نے میرے دائیں بائیں ہر چیز، ہر منظر دھندلا دیا تھا۔

یہ تکلیف سیالکوٹ کے واقعے سے شروع ہوئی تھی۔ 15 اگست 2010ء کو سیالکوٹ میں بپھرے ہوئے ہجوم نے دو نوجوان بھائیوں منیب سجاد اور حافظ مغیث سجاد کو سرِ عام ڈنڈے مار کر ہلاک کر دیا اور بعد ازاں ان کی نعشوں کو الٹا لٹکا دیا۔ یہ نوجوان کون تھے؟ یہ بے گناہ تھے یا ڈاکو تھے یا قاتل تھے، آپ ایک لمحے کے لیے اس حقیقت کو فراموش کر دیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کیا کسی مہذب معاشرے میں اس نوعیت کے قتل کی گنجائش ہے؟ کیا کوئی مہذب معاشرہ اس اقدام کی اجازت دیتا ہے کہ ہجوم دو نوجوانوں کو پولیس کی حراست سے چھینے، سڑک پر لائے اور ڈنڈوں سے ان کا قیمہ کر دے اور لوگ موبائل فون سے اس ''تماشے'' کی فلمیں بناتے رہیں۔ اس واقعے کے اگلے دن کسی صاحب نے مجھے یہ فوٹیج بھیج دی۔ میں نے بے وقوفی کی اور یہ فوٹیج دیکھ لی۔ فوٹیج میں نوجوانوں کی چیخیں بھی موجود تھیں۔ ان چیخوں کی خراشیں آج تک میرے کان کے پردوں پر موجود ہیں اور یہ خراشیں دن میں بیسیوں مرتبہ کرنٹ بن کر میرے دل تک پہنچتی ہیں اور میں دل پر ہاتھ رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ یہ واقعہ ''نقش سویدا'' بن کر میرے دل پر رقم ہو گیا۔

> ہم کس قدر سنگدل لوگ ہیں، ہم زندگی کو جنگل سے بھی پیچھے لے گئے ہیں اور ہم نے اپنے دلوں کو ہرنوں کے پیچھے بھاگتے کتوں کے دلوں سے بھی سخت کر لیا ہے اور اس کے باوجود ہم خود کو انسان بھی کہہ رہے ہیں

میرے دل کا دوسرا داغ 17 مئی کا خروٹ آباد کا واقعہ تھا۔ یہ پانچ چیچن افراد تھے۔ یہ اسلامی نظام کی تلاش میں پاکستان آئے تھے۔ چیچنیا کے لوگ دل کی گہرائی سے مسلمان ہیں۔ 1994ء میں جب روس نے چیچنیا پر حملہ کیا تو پاکستان دنیا کا واحد اسلامی ملک تھا جس نے چیچنیا کی مدد کی۔ چیچنیا کے لیڈرز پاکستان آتے تھے اور پاکستان کے عوام دل کھول کر ان کی مالی مدد کرتے تھے۔ پاکستان سے سینکڑوں مجاہدین بھی چیچنیا پہنچے۔ یہ روس اور چیچنیا کی جنگ تھی۔ چنانچہ امریکا اور یورپ اس پر خاموش رہے۔ پاکستانی قوم کی اس مدد کی وجہ سے چیچنیا کے لوگ ہمیں اچھا اور کھرا مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے لیے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنا سعادت کی بات ہے۔ نائن الیون کے بعد، افغانستان پر امریکا کی یلغار کے بعد اور وزیرستان کے آپریشنز کے بعد چیچنیا میں یہ مشہور ہو گیا کہ شمالی وزیرستان میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو چکی ہے۔ یہ ایک غلط پروپیگنڈا ہے لیکن چیچنیا کے معصوم لوگ اس پر یقین کر بیٹھے ہیں اور ان میں چیدہ چیدہ لوگ ایران کے راستے افغانستان اور پاکستان میں داخل ہوتے ہیں، بلوچ ایجنٹوں، ایف سی اور پولیس کو بھاری رقوم دیتے ہیں اور یہ ''اسلامی ریاست'' کی زیارت کے لیے شمالی وزیرستان پہنچ جاتے ہیں۔ اس ''زیارت'' کے دوران اکثر چیچن اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ تین خواتین اور دو چیچن مرد بھی اس اسلامی ریاست کی زیارت کے لیے پاکستان پہنچے تھے اور یہ مایوس ہو کر واپس جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہماری پولیس نے پہلے ان کا زادِ راہ چھینا اور جب ان کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں بچا تو پولیس اور ایف سی نے خروٹ آباد میں انہیں دہشت گرد قرار دے کر گولیوں سے بھون دیا۔ مجھے کسی مہربان نے اس واقعے کی اصل فوٹیج بھی بھجوا دی۔ اس فوٹیج میں مرنے والی مظلوم عورتوں کی چیخیں اور گولیوں کی تڑتڑ اور ٹھک ٹھک موجود تھی۔ اس فوٹیج میں پناہ مانگتی ہوئی مظلوم لڑکی کا ہوا میں اُٹھا ہوا بازو اور اس کی اللہ کا واسطہ دیتی ہوئی انگلیاں

> **چیچن خاتون کی اللہ کا واسطہ دیتی ہوئی انگلیاں، ہوا میں اُٹھے ہوئے بازو، دم توڑتی ہوئی چیخیں اور گولیوں کی تڑتڑ اور ٹھک ٹھک میرے کانوں کی دیواروں پر ثبت ہوگئی۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب میں یہ چیخیں نہیں سنتا اور میری آنکھوں میں آنسو نہیں آ جاتے**

بھی موجود تھیں۔ یہ انگلیاں، یہ ہوا میں اُٹھا ہوا بازو، یہ دم توڑتی ہوئی چیخیں اور گولیوں کی وہ ٹھک ٹھک بھی میرے کانوں کی دیواروں پر خراش کی طرح ثبت ہوگئی۔ ان پانچ نوجوانوں کی نعشیں بھی دل پر زخم کی طرح رس رہی ہیں اور میرے دن کا کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا جب ان میں سے کوئی نعش آنکھیں کھول کر میری طرف نہیں دیکھتی یا میں گولیوں کی تڑتڑ اور ٹھک ٹھک میں ان کی چیخیں نہیں سنتا اور میری آنکھوں میں آنسو نہیں آ جاتے۔

یہ دونوں واقعات میرے جیسے شخص کو اندر سے مارنے کے لیے کافی ہیں لیکن پھر 8 جون کی رات آ گئی، میں رات ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ ڈیڑھ بجے اچانک نیوز الرٹ چلنا شروع ہوگیا۔ دل دہلا دینے والے میوزک کے بعد کراچی کے نوجوان سرفراز شاہ کی فوٹیج سکرین پر آ گئی۔ اس نوجوان کو رینجرز نے کراچی کے شہید بے نظیر پارک سے گرفتار کیا تھا۔ اس پر ڈکیتی کا الزام تھا۔ میں نے سکرین پر دیکھا، رینجرز کے ایک جوان نے سرفراز شاہ کو بالوں سے پکڑا، اسے رینجرز کے دوسرے اہلکاروں کے درمیان دھکیلا، رینجرز نے رائفلیں سیدھی کیں، نوجوان ان کے سامنے گڑگڑانے لگا، یہ پاؤں پکڑنے کے لیے رینجرز کے قدموں تک پر جھکا لیکن رینجرز نے اس غیر مسلح نوجوان کو براہِ راست گولی ماردی۔ ٹیلی ویژن پر گولیوں کی آواز بھی سنائی دی اور نوجوان کو زخمی حالت میں گرتے ہوئے بھی دکھایا گیا۔ یہ منظر تیسرا داغ تھا جو سیدھا میرے دل پر لگا اور میں دل تھام کر بیٹھ گیا۔ میں ساری رات جاگتا رہا اور صبح بے بس ہو کر واش روم کے فرش پر گر گیا۔

ہم کون لوگ ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہم فرض کر لیتے ہیں، سیالکوٹ کے دونوں نوجوانوں سے لے کر خروٹ آباد کے چیچن نوجوانوں اور برستی گولیوں میں رحم کی اپیل کرتے ہوئے اس چیچن ہاتھ سے رینجرز کی گولیوں کا نشانہ بننے والے نوجوان سرفراز شاہ تک یہ سب لوگ مجرم ہیں اور انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے تھی لیکن کیا اس کے باوجود دنیا کا کوئی مہذب معاشرہ ان لوگوں کو یوں سرعام قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے! مجرموں کے ساتھ اس سلوک کی اجازت تو دو ہزار سال پہلے بھی نہیں تھی۔ اس دور میں بھی صلیبیں شہروں سے باہر گاڑھی جاتی تھیں اور بڑے سے بڑے مجرموں کو عام شہریوں کی نظروں سے دور صلیب پر چڑھایا جاتا تھا جبکہ ہمارے ہاں پولیس اور رینجرز بے گناہوں کو شہروں کے اندر سرعام گولیاں مار رہے ہیں اور عام لوگ ملزموں کو پولیس حراست سے چھڑا کر ڈنڈوں سے ان کا قیمہ بنا رہے ہیں اور ان کی چیخیں اور ٹوٹتے ہوئے اعضاء کی آوازیں اور فلمیں انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن سکرینوں کے ذریعے پوری دنیا میں دیکھی جا رہی ہے۔ ہم کون لوگ ہیں اور کیا ہمارے سینوں میں دل اور ضمیر زندہ ہیں؟ اس دنیا میں مظلوم ہرنوں کی چیخ سے کتوں کے دل تک دہل جاتے ہیں لیکن ہم انسان ہونے کے باوجود یہ چیخیں بھی سن رہے ہیں، نعشیں بھی دیکھ رہے ہیں اور اس کے باوجود معمول کی زندگی بھی گزار رہے ہیں۔ ہم لوگ جنگل کی زندگی سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ ہم پتھر ہو چکے ہیں، ایسے پتھر جن پر چیخیں اثر کرتی ہیں اور نہ ہی خون اور ہم پتھر کے اس معاشرے کو ملک اور پتھر کے بتوں کو انسان کہلانے کا حق دار بھی سمجھتے ہیں۔ ہم کس قدر سنگدل لوگ ہیں، ہم زندگی کو جنگل سے بھی پیچھے لے گئے ہیں اور ہم نے اپنے دلوں کو ہرنوں کے پیچھے بھاگتے کتوں کے دلوں سے بھی سخت کر لیا ہے اور اس کے باوجود ہم خود کو انسان بھی کہہ رہے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

خلافت فورم

☆ کیا میڈیا ریاست کا چوتھا ستون ہے؟ اگر ہے تو کیسے؟

☆ کیا آزاد اور خود مختار میڈیا جمہوریت کے لیے ناگزیر ہے؟

☆ پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں میڈیا کو فحاشی کی تشہیر کی مادر پدر آزادی کیوں حاصل ہے؟

☆ اسلام دشمن طاقتیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے چند صحافیوں سے رابطہ رکھتی تھیں۔ آج پورے میڈیا گروپس سے رابطہ کیوں کرتی ہیں؟

☆ کیا مغربی اقوام کی طرح پاکستانی عوام بھی Media guided society بن چکے ہیں؟

☆ عالمی میڈیا اندرون ملک معاملات میں خوب تنقید جبکہ خارجی اور دفاعی معاملات میں حکومت کی لائن پر چلتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں دیکھئے

تجزیہ کار: جسٹس (ر) نذیر احمد غازی، ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت)

میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

سیرت سٹڈی سنٹر سیالکوٹ میں

"نبی اکرم ﷺ بحیثیت معلم اور ہمارا نظامِ تعلیم"

کے موضوع پر **ڈاکٹر ابصار احمد** کا اظہارِ خیال
(صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور)

رپورٹ:
حافظ محمد مشتاق ربانی

سیرت سٹڈی سنٹر سیالکوٹ کینٹ کے پُرسکون علاقے میں واقع خوبصورت عمارت ہے۔ اس سنٹر کے قیام میں کئی شخصیات کی کاوشیں شامل ہیں، جن میں خاص طور پر پروفیسر عبدالجبار مرحوم (سابقہ اسلامیہ کالج سیالکوٹ) قابل ذکر ہیں۔ البتہ اس کی تعمیر میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کا بڑا تعاون بھی شامل ہے۔ اس سنٹر کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کثیر تعداد میں کتب موجود ہیں۔ یہاں ایک خوبصورت ہال موجود ہے، جہاں کانفرنسیں اور علمی وادبی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ سیرت سٹڈی سنٹر کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی ہے۔

سیرت سٹڈی سنٹر سے منسلک افراد نے ایک تھنکرز فورم قائم کر رکھا ہے، جس کے تحت اعلیٰ علمی شخصیات کو مختلف موضوعات پر اظہار خیال کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ 29 مئی 2011ء بروز اتوار تھنکرز فورم کے ایک اہم رکن جناب جنید نذیر چودھری نے فورم کے عہدیداران کے مشورے سے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر محترم ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کو دعوت دی۔ پروگرام کے انتظام میں جناب جنید نذیر کے ساتھ ساتھ جناب خالد یعقوب (تنظیم اسلامی شمالی سیالکوٹ کے امیر) اور جناب عبدالقدیر بٹ (تنظیم اسلامی جنوبی سیالکوٹ کے امیر) نے بھی بھرپور محنت کی۔ اس پروگرام میں ڈاکٹر صاحب کا موضوع: "نبی اکرم ﷺ بہ حیثیت معلم اور ہمارا نظامِ تعلیم" تھا۔ پروگرام میں شہریوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ بعض لوگ اس وجہ سے بھی شریک ہوئے کہ مقرر موصوف ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بھائی ہیں۔

اپنے موضوع پر باقاعدہ گفتگو سے قبل ڈاکٹر ابصار احمد نے پروفیسر عبدالجبار مرحوم کا ذکر خیر کیا کہ جنہوں نے اس سنٹر کے قیام کے لیے بڑی کاوش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ پروفیسر صاحب سے کئی بار لاہور میں مل چکے ہیں۔ ڈاکٹر ابصار احمد صاحب چونکہ سیالکوٹ میں اظہارِ خیال فرما رہے تھے تو کیسے ممکن تھا کہ وہ علامہ اقبالؒ کا تذکرہ کیے بغیر رہ سکتے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ نور محمد (علامہ اقبال کے والد) سید میر حسن (علامہ اقبال کے اُستاد) دونوں ہمارے محسن ہیں، جنھوں نے علامہ اقبال کی شخصیت کو نکھارا اور علامہ اقبال نے ہمیں تصورِ پاکستان دیا۔ انہوں نے اس بات کو خوش آئند قرار دیا کہ اس فورم کے تحت دین ودنیا کے حوالے سے مفید باتیں ہوتی ہیں۔ یہ بات انہوں نے اس لیے کہی کہ اُن کی گفتگو سے قبل کئی اور لوگوں نے بھی خطاب کیا جن میں عمر الغزالی (اقبال اکیڈمی لاہور) چودھری منیر احمد (سابق چیف منیجر اسٹیٹ بنک سیالکوٹ) اور رانا صدیق الرحمٰن (چیئرمین پاک چین دوستی) شامل تھے۔ ان سب مقررین کی زیادہ تر باتوں سے ڈاکٹر صاحب نے اتفاق کیا، لیکن ان کی چند باتوں سے اختلاف کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی۔ مثلاً عمر الغزلی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمارے پاس بہترین موقع ہے کہ ہم جو چاہیں پڑھائیں اور جس طرح کا چاہیں نصاب تیار کریں۔ ہمارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ پورے ملک میں ایک ہی نصاب رائج ہونا چاہیے۔ ہر کوئی اگر اپنی مرضی کا نصاب تیار کرنا شروع کر دے تو اس کے بہت منفی نتائج برآمد ہوں گے اور فکری انتشار مزید بڑھے گا۔

انہوں نے کہا کہ امیر وغریب میں تعلیم کے میدان میں بھی واضح فرق دکھائی دے رہا ہے۔ ایک طرف ایسے سکول ہیں جہاں صرف امیر لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں اور دوسری طرف ایسے سکول ہیں جنہیں فرنیچر تک میسر نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے چودھری منیر احمد کی اس بات کو بہت سراہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں مانگا، سوائے ایک بات کے کہ میں تمہارا محبوب ہو جاؤں، اس میں امت کی بہتری ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: ((لَا یُؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے اپنے والد سے، اس کے بچوں سے اور تمام انسانوں سے۔" رانا صدیق الرحمٰن نے اپنی تقریر کا موضوع ہی یہ بنایا کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے، حالانکہ یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہمیں پوری تسلی اور تصدیق کے بعد ہی کسی بات کو نبی کریم ﷺ سے منسوب کرنا چاہیے۔ ہاں! اگر اس بات کو عربی کے ایک مقولے کے طور پر پیش کیا جائے تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آج کے دور میں بڑی ضرورت ہے کہ احادیث نبویہ پر کام ہو، جیسا کہ ناصر الدین البانی نے اِس ضمن میں گراں قدر کام کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے علم کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا کہ عہد نبوی میں دارِ ارقم سے منسلک مسلمان اور اصحاب صفہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے حدیث مبارکہ ((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ)) "تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو خود قرآن سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔" کے حوالے سے کہا کہ جس شخص کو تعلیم وتعلم قرآن کی توفیق مل گئی اُسے اللہ کے ہاں بڑا مقام مل گیا۔ اِسی طرح تفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ ارشادِ نبویؐ

ہے: ((مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ)) ’’جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتے ہیں۔‘‘ ڈاکٹر صاحب نے علم کی اہمیت کے ساتھ عمل پر بھی بڑا زور دیا اور کہا کہ عمل میں بھی صرف زندگی کا کوئی خاص پہلو ہی نظر نہیں آنا چاہیے بلکہ زندگی کے جملہ پہلو عمل سے رنگے ہوئے دکھائی دینے چاہئیں۔ سیرت و کردار کی تعمیر اور معاشرے کی تشکیل کے لیے نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ جس پر یہاں سیرت کی تمام کتابیں شاہد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اصلاح اعمال نہ کی اور بدعملی کا شکار رہے تو ہمارے دلوں پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جائے گا اور مزید بدعملی کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ یہ دھبہ بڑھتا جائے گا۔ اس بات کو قرآن حکیم میں ’’رَانَ‘‘ بتایا گیا ہے۔ ﴿کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ o﴾ (المطففین: 13) ’’ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔‘‘ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ قرآن میں علم کے علاوہ حکمت کا بھی ذکر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ﴾ (لقمان: 12) ’’اور تحقیق ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔‘‘ انہوں نے کہا کہ آج لوگوں کے پاس معلومات بہت ہیں لیکن علم نہیں، علم اور معلومات کو لوگ ایک سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دونوں جدا ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حکمت کی علم کے بعد سٹیج آتی ہے اور حکمت کے بعد عشق (Passion) کا مرحلہ ہے۔ یہ وہی مرحلہ ہے جس میں انسان پکار اُٹھتا ہے کہ میرا ہر عمل اللہ کے لیے ہے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o﴾ (سورۃ الانعام: 126) ’’فرما دیجیے بے شک میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔‘‘

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشا لب بام ابھی

عشق کے بغیر مسلمان کی زندگی روح سے خالی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آج کل دینی روایت اور جدیدیت کی جنگ جاری ہے۔ اس کا مقابلہ ہم علم سے ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ جوامع الکلم میں سے نبی کریم ﷺ کی ایک بات ہے کہ ((اَلْعِلْمُ سَلَاحِیْ)) ’’علم میرا ہتھیار ہے۔‘‘ اس طرح مختصر کلمات پر مبنی ایک حدیث مبارکہ ہے: ((اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ الْمَالِ)) ’’معرفت (علم، جاننا) میرا راس المال ہے۔‘‘ اس علم کو حاصل کرنا چاہیے۔ علم ایسا ہو جو ایک طرف ہماری روحانی ضروریات کو پورا کرے، ہمارے عقائد کی اصلاح کرے، اور دوسری طرف ہماری مادی اور دنیوی ضروریات کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہو۔

وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیات کلیم ، و مشاہدات حکیم

ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم مغرب سے اس قدر مرعوب ہیں کہ وہاں سے جو چیز بھی آتی ہے ہمارے نوجوان فوراً اس کو پڑھنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ مغرب اس بات کا معترف ہے کہ مسلمانوں کی علم کے میدان میں بڑی خدمات ہیں، بلکہ یورپ کو جو علم و آگہی ہوئی ہے وہ مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔ اور ہمارے زوال کا حال یہ ہے کہ مغرب کی ہر تھیوری کو ہم سو فیصد حق کے طور پر قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاس علم و معرفت کا گنجینہ قرآن حکیم کی صورت میں موجود ہے۔ اس بات کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ علم و ٹیکنالوجی کے میدان میں مغرب سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا، بلکہ جو اچھی چیز ہم ان سے لے سکتے ہیں وہ لینی چاہیے۔ ارشاد نبوی ہے: ((اَلْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ)) ’’حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔‘‘ یہ جہاں سے ملے بلا جھجک لے لینی چاہیے۔ دین اسلام اس راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔

تقریب کے صدارتی کلمات ڈاکٹر محمد اسلم ڈار (سابق صدر SCCI سیالکوٹ) نے ارشاد فرمائے۔ انہوں نے اپنی صدارتی کلمات میں ڈاکٹر ابصار احمد کی گفتگو کو بہت سراہا اور حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب کا اختتام صدر انجمن کے دعائیہ کلمات پر ہوا۔ بعد ازاں نماز ظہر ادا کی گئی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد لاہور واپس روانہ ہوئے تو چودھری خادم حسین نے ساتھ سفر کرنے کا موقع دیا، جو وزیر آباد سے خصوصی طور پر اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ وزیر آباد پہنچے تو چودھری صاحب نے اصرار کرتے ہوئے کھانے کے لیے روک لیا اور گھر لے گئے۔ اس طرح ایک سینئر رفیق تنظیم سے وزیر آباد میں تنظیم کی پیش رفت کے بارے میں آگاہی کا موقع ملا۔

تبصرۂ کتب

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

نام کتاب: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

مصنف: رشید اللہ یعقوب

ضخامت: 144 صفحات

ملنے کا پتہ: رحمۃ للعالمین ریسرچ سنٹر مکان نمبر 8، زمزمہ سٹریٹ نمبر 3، کلفٹن کراچی

رشید اللہ یعقوب صاحب تحقیقی ذہن رکھتے ہیں۔ تحقیق و تفتیش کے زیر اثر کئی دوسری کتابوں کے مصنف ہیں۔ اپنی اکثر کتابیں صدقہ جاریہ کے طور پر مفت تقسیم کرتے ہیں۔

اس کتاب میں ان کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا اور لکھنا درست نہیں۔ وہ ان لوگوں کا رویہ پسند نہیں کرتے جو بات واضح ہو جانے کے بعد بھی اللہ کے لیے خدا کا لفظ کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ مصنف کا موقف مضبوط اور مدلل ہے۔ اگرچہ خدا کا لفظ ہمارے بڑے بڑے علماء اور مفسرین نے بھی استعمال کیا ہے مگر اس بات کو دلیل بنانا صحیح نہیں۔ غلط العام سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح بعض بزرگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک سجدۂ تحیہ جائز ہے تو جمہور علمائے اُمت سجدۂ تحیہ کو ناجائز تصور کرتے ہیں اور اس پر ان کے دلائل مضبوط اور ناقابل تردید ہیں۔

کتاب مطالعہ اور قابل غور ہے۔ عمدہ کاغذ پر خوبصورت اور خوشنما لکھائی چھپائی ہے۔ ٹائٹل خوبصورت ہے۔ مگر ٹائٹل پر کمپوزنگ کی غلطی ناگوار ہے یہی غلطی صفحہ 3 پر بھی ہے۔ اس کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ ہیں۔

☆☆☆

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

چوہنگ (مانووال) میں حلقہ لاہور کا ایک روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے توسیع دعوت اور تربیتی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک روزہ دعوتی وتربیتی پروگراموں کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ اس سلسلے کا دوسرا ایک روزہ پروگرام جامع مسجد شیر ربانی (مانووال) چوہنگ میں منعقد ہوا۔ یاد رہے کہ وہاں پر ہمارے ساتھیوں رمضان قادری، یاسین قادری اور دیگر حضرات نے ابتدائی طور پر خاصا کام کیا ہوا تھا۔

یکم مئی بروز اتوار صبح ساڑھے سات بجے ایک روزہ پروگرام کے شرکاء نے ناشتا اکٹھے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن میں کیا۔ ناشتا کے بعد امیر حلقہ نے رفقاء کو پروگرام کے بارے میں ہدایات دیں اور حلقہ لاہور کے ناظم تربیت جناب محسن محمود کو پروگرام کا ناظم مقرر کیا۔ رفقاء تنظیم اجتماعی طور پر مسجد شیر ربانی چوہنگ پہنچے۔ پروگرام کا ابتدائی حصہ تربیتی ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب محسن محمود نے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب'' کا مذاکرہ کرایا۔ اس مذاکرہ میں رفقاء کو اس امر کی یاد دہانی کرائی گئی کہ پوری دنیا میں صرف ایک ہی ہستی ایسی ہیں جنہوں نے 23 سال کے مختصر عرصے میں انسانی زندگی میں مکمل انقلاب برپا فرمایا اور وہ ہیں آنحضور ﷺ۔ آپ ﷺ کے برپا کردہ انقلاب کے نتیجے میں ہر چیز بدل گئی۔ انہوں نے کہا کہ مراحلِ انقلاب اخذ کرنے کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ آنحضور ﷺ کا طریقِ انقلاب ہے۔ رفقاء کو مراحلِ انقلاب کی تذکیر کرائی گئی۔ نیز اسلامی انقلاب کے پہلے مرحلے یعنی ایک انقلابی نظریہ اور اس کی نشر و اشاعت کے عنوان کے تحت اسلام کے نظریۂ توحید کی وضاحت کی، جس میں اسلام کا اصل انقلابی نظریہ سامنے آتا ہے اور جس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی وقت کی اولین ضرورت ہے۔ بتایا گیا کہ عقیدۂ توحید کے اجتماعیت کے حوالے سے تین تقاضے ہیں۔

1- سیاسی سطح پر: حاکم انسان نہیں، اللہ ہے۔ انسان کے لئے خلافت ہے

2- سماجی سطح پر: اللہ خالق ہے اور تمام انسان پیدائشی طور پر برابر ہیں اور اُن کے لئے مساوات ہے۔

3- معاشی سطح پر: مالک انسان نہیں، اللہ ہے۔ انسان کے لئے امانت ہے۔

چائے کے وقفے کے بعد دوسرا مذاکرہ ہوا جس کا عنوان تھا ''حب دنیا'' اس میں تین سوالات کے ذریعے رفقاء کو یاد دہانی کرائی گئی۔

1- حب دنیا کیا ہے؟ یعنی وہ کیفیت کہ دنیا اس قدر مطلوب و محبوب ہو جائے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز ذریعے استعمال کئے جائیں۔

2- اس کا نقصان کیا ہے؟ حبِ دنیا اُس وقت تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ بن جاتی ہے جب دنیا کو حاصل کرنے کے لئے حلال و حرام کی پروا کیے بغیر ہر طریقہ استعمال کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں انسان شرک تک کر بیٹھتا ہے جو ناقابلِ معافی گناہ اور جہنم کے گڑھے تک پہنچا دینے والا ہے۔

3- اس کا علاج کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ کثرت سے موت کو یاد کیا جائے۔ اس کے ذرائع کثرتِ تلاوتِ قرآن اور ذکر واذکار اور استغفار ہیں۔ گھر کے اندر بہن بھائیوں اور بیوی بچوں کے ساتھ نجی محفلوں میں دین اور آخرت کے حوالے سے زیادہ باتیں کی جائیں۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی، ظہرانہ اور آرام کے وقفے کے بعد رفقاء سہ پہر 4 بجے ایک مرتبہ پھر اکٹھے ہوئے۔ 4 بجے تا نمازِ عصر اور عصر تا مغرب جناب غازی محمد وقاص نے بڑے ہی دلنشین انداز میں صبح کے دونوں پروگراموں کا اعادہ رفقاء کے ذریعے کرایا۔

نمازِ مغرب کے بعد ایک عمومی دعوتی خطاب ہوا۔ جس کے لئے مانووال چوہنگ میں خاصی تشہیر کی گئی تھی۔ علاقے میں 50 عدد پوسٹرز اور 10 عدد بینرز لگائے گئے تھے۔ یہ خطاب نعیم اختر عدنان نے کیا۔ انہوں نے اسلامی انقلاب کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ شرکاء کی تعداد تقریباً 60 رہی۔ امیر حلقہ نے اس پروگرام میں خصوصی شرکت کی۔ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس حقیر سی کوشش کو قبول و منظور فرمائے۔

(رپورٹ: محمد یونس)

حلقہ مالاکنڈ کے تحت دعوتی وتربیتی پروگرام

9 مئی 2011ء بروز اتوار صبح آٹھ تا ساڑھے گیارہ بجے تیمرگرہ میں رفقاء واحباب کا ایک دعوتی وتربیتی اجتماع ہوا، جس میں 81 رفقاء اور 39 احباب نے شرکت کی۔ اجتماع کا آغاز حافظ احسان اللہ کے درسِ قرآن سے ہوا۔ جس میں انہوں نے رفقاء کے اوصاف کو مؤثر انداز میں پیش کیا۔ درس کے بعد امیر حلقہ نے شرکاء کو خوش آمدید کہا اور اُن کے وقت و مال کے ایثار کی قبولیت کی دُعا کی۔ بعد ازاں ''رب'' کے مفہوم پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جس ذات کا جہاں حکم چلتا ہو وہ اُس وقت اور علاقے کا رب ہے۔ اللہ کو رب ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا حکم مانا جائے۔ اگلا موضوع ''عبادت رب'' تھا۔ اس پر جناب فیض الرحمٰن نے مدلل انداز میں گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ عبادت کا تصور زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے۔ محمد امین سواتی نے اپنے خطاب میں اقامت دین کے موجودہ طریقوں کی وضاحت کے بعد انقلاب کے نبوی منہج پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اسی طریقہ پر عمل پیرا ہو کر ہم وہ نظام عدل وقسط قائم کر سکتے ہیں، جس کی تلاش میں انسانیت سرگرداں ہے۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب کے نبویؐ منہج کی وضاحت وقت کی اہم ضرورت ہے، کیونکہ مسلمانوں میں جذبہ بہت ہے۔ افرادی قوت اور وسائل کی بھی کمی نہیں ہے۔ اصل مسئلہ طریق کار کا واضح نہ ہونا ہے۔ اس موقع پر سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ سٹال سے شرکاء نے کتابیں خریدیں اور وہ کھانا کھانے کے بعد گھروں کو رخصت ہوگئے۔ پروگرام کے آخر میں ذمہ داران سے مشاورت ہوئی۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری یہ سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنی رضا نصیب کرے۔ آمین (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کی مقامی تناظیم کے امراء کا اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کی مقامی تناظیم کے امراء کا اجتماع 14 مئی بعد از نماز عصر حلقہ کے دفتر میں منعقد ہوا۔ جس میں محبوب سبحانی، جاوید انور، عبدالسلام عمر، خواجہ ندیم احمد، ظہیر الدین درانی اور افتخار احمد خان نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ خواجہ ندیم احمد نے سورۃ الحج کی آخری آیات کا ترجمہ اور تشریح کی۔ اجلاس کا ایجنڈا کوئٹہ میں ہونے والی مبتدی رُامراء ونقباء تربیتی کورسز تھا۔ سبحانی صاحب نے بتایا کہ تربیتی کورسز کے لیے جگہ کے حوالے سے عبدالحنان شاہ سے بات کر لی ہے۔ یہ تربیتی کورسز مسجد عائشہ صدیقہؓ پٹیل باغ میں ہونے طے پائے۔ دوسرے دن چند رفقاء نے امیر حلقہ کے ساتھ جگہ کا دورہ کیا۔ اجتماع میں تربیتی کورسز کے انتظامات اور کھانے وغیرہ کی ڈیوٹیاں تقسیم کی گئیں۔ نماز مغرب سے پہلے اس اجتماع کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: جاوید انور)

sand, and thereby increase the cause of infection and tangles. They marketed shampoos and conditioners to clean these polluted hair. Most conditioners are silent about their action. Allah knows better whether these conditioners reform hair or work adversely. Women, in their ignorance, afflict themselves in clay that perverts them entirely.

The women's day came. The hair are split from end and become coarse. Estrogens and steroids decline to act. There is vivid crop of grown up moustaches and beard on face due to misuse of hormones. She was advised to have bob-cut hair to lure her "elite class". The hormonal hair concluded on shaving with blades and ultimately "look" becomes blade encoded. Alas!!!

Life becomes moribund. Death is absolute reality. Nobody can flee from its certainty. We see dying humans. When soul reaches her collarbone, the angels are more nearer to departing one. A weird dress master arrived and tailored a dress which is entirely different to her taste. She never covered her full body in her whole life. Now this snow-white dress covered her like precious pearl. This dress wrapped around her like a present thence this present is handed over to grave.

From the very inception, Satan has been trying to disgrace humankind. It is mentioned in Qur`an:

> "But Satan whispered to them (Adam and Eve) to make apparent to them that which was concealed from them of their private parts." [Al-A`raaf; 7:20]

However, when man was told that he had sinned, he did not resort to continued transgression as Satan did. As soon as man realized his mistake, he confessed his fault, returned to the course of obedience, and sought refuge in Allah's mercy. Those who seek to support evil pretend to present themselves as sincere well-wishers of humanity. The devilish policy is followed by the disciples of Satan in this time.

Modesty and bashfulness are natural qualities of human being. According to the Qur`an, this bashfulness is an integral part of human being. He will enjoy Allah's manifested Qur`an and protection only as long as he remains obedient to Him. Once people transgress the bounds of His obedience, they will be deprived of Allah's protection and left to their own selves; they will eventually be exposed.

They had chosen dust in this world. Allah bestowed on them everlasting dust. It is stated in Qur`an:

> "And [other] faces, that Day, will have upon them dust. Blackness will cover them. Those are the disbelievers, the wicked ones." [`Abasa; 80:40-42]

(*Courtesy: www.hadices.com*)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

18تا24 جون 2011

(بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعہ نماز ظہر)

اور

مدرسین ریفریشر کورس

24تا26 جون 2011

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء ان کورسز میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

(042)36316638-36366638, 021-35340022-23

Selected by: **Asif Sheikh**

VEIL AND BLOODSHOT EYES

There are certain governments in this world that are prejudicial towards hijab of women. Time and again the women have asked them why they want to take away their veil which symbolizes their modesty. They answer: "The veil is an obstacle for women's freedom. Veil is a hindrance for integration." Ignorant forget to realize that they are obstructing against free-will of women who prefer to have veil to protect themselves from the worldly affairs. They try to use self-defined "freedom" against freedom of others. Some people argue that they do not feel comfortable with women's hijab; on the other hand, a modest woman does not feel comfortable with staring of evil eyes on exposed body without hijab. It is stated by Matthew 6:23 in the Bible: "If your eyes are bad, your whole body will be full of darkness". The quotation from the Bible has been mentioned to show the contradiction that how most of them who oppose veil, are inspired by Bible believers.

They designed a dress shop and according to their malafide inclination this was meant for flesh market of woman, not for her clothing. The industry tailored the dresses for male and dresses for female. When he wore it, he was fully dressed-up from neck to ankle. When she takes dress from the same shop, dress falls short to cover her. Short sleeve cardigan, miniskirt, club wear and naughty dress tending to be more revealed than covered. How are they averted? They are averted because they had no good intention while building such dress shop. She dazzled the spectators and they cried, "You are looking very pretty", "You are gorgeous", "Wow! You are fantastic". They kept her flattering and this praise as long as was in her presence. When she is absent, they shout: "She's a witch", "She is devil", "She is an evil doer, just see the way she dresses".

Satan's most effective weapon is to promise human a more eminent position than his present one, and then set him on a tendency that leads instead to fall him from her original state. She is generous as she is buttered up and admired for her revealing of body. She is exposed to piercing cold and bloodshot eyes. Thence they pierced her soul. The covered skin of man is saved from depreciation and eczema but each and every epidemic in atmosphere is playing havoc with her skin. The erupted skin of woman is handed over to dermatologists and skin specialists. In the Bible, book of Isaiah 59:6 reads: "Their cobwebs are useless for clothing; they cannot cover themselves with what they make. Their deeds are evil deeds, and acts of violence are in their hands." The spider webs are no good for shirts or shawls. No one can wear these weavings! They weave wickedness; they hatch violence.

Perm, curliness, waviness of hair spread like a cloud of despair. If she hates veil, a mass of particles in the air; dust, fumes and toxins of each kind surround her hair. Scientists invented mud mask for scalp to add more mud to her head. Allah has chosen those heads for ashes which were remained uncovered. Hair is static to electric charge that is why dust particles containing charges of the opposite polarity are attracted. Covering or hijab is denial of possibility of dust distress in hairs. Urge to display braided hair lead to accumulate mud and